15

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

20 تا 26 ربیع الثانی 1431ھ/ 6 تا 12 اپریل 2010ء

اس شمارے میں

"میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے"

سید قاسم محمود کی رحلت

"باغ والوں" کے قصے میں سبق

دینی قوتیں فیصلہ کن چوراہے پر

پانی پانی کرگئی......

پاک امریکہ اسٹریٹیجک مذاکرات پر
اقبال کا 'تبصرہ'

"دُکھی" پاکستانی لیڈر کی بارسلونا یاترا

اسامہ بن لادن کے خلاف جھوٹے دعوے

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

اِسلامی معاشرہ اور جاہلی معاشرہ؟

اسلام صرف دو قسم کے معاشروں کو جانتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ اور دوسرا جاہلی معاشرہ۔ اسلامی معاشرہ وہ ہے جس میں انسانی زندگی کی زمامِ قیادت اسلام کے ہاتھ میں ہو۔ انسانوں کے عقائد و عبادات پر، ملکی قانون اور نظام ریاست پر، اخلاق و معاملات پر غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر اسلام کی عملداری ہو۔ جاہلی معاشرہ وہ ہے جس میں اسلام عملی زندگی سے خارج ہو۔ نہ اسلام کے عقائد وتصورات اُس پر حکمرانی کرتے ہوں، نہ اسلامی اقدار اور ردّ وقبول کے اسلامی پیمانوں کو وہاں برتری حاصل ہو، نہ اسلامی قوانین وضوابط کا سکّہ رواں ہو اور نہ اسلامی اخلاق و معاملات کسی درجہ فوقیت رکھتے ہوں۔

اسلامی معاشرہ وہ نہیں ہے جو "مسلمان" نام کے انسانوں پر مشتمل ہو، مگر اسلامی شریعت کو وہاں کوئی قانونی پوزیشن حاصل نہ ہو۔ ایسے معاشرے میں اگر نماز روزے اور حج کا اہتمام بھی موجود ہو، تو بھی وہ اسلامی معاشرہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے احکام اور فیصلوں سے آزاد ہو کر اپنے مطالبہ نفس کے تحت اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار کر لیتا ہے، اور اُسے — برسبیلِ مثال — "ترقی پسند اسلام" کے نام سے موسوم کرتا ہے!

جادہ و منزل

سید قطب شہیدؒ

الھدیٰ (414)

سورۃ الانفال

(آیات:45-46)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾﴾

’’مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ مراد حاصل کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر چلو (اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو۔ کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

اہل ایمان کو پہلا حکم یہ دیا جا رہا ہے کہ جب بھی تمہارا مقابلہ کسی فوج سے ہو تو ثابت قدم رہو، بدر تو پہلی جنگ ہے، ابھی اور جنگیں آنے والی ہیں، تو ان جنگوں میں ثابت قدمی دکھاؤ۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ تمہاری طاقت اللہ کے بھروسے پر ہے۔ ایک مومن کا صبر بھی اللہ کے بھروسہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تمہیں اللہ تعالیٰ یاد رہے گا، اُس کے ساتھ قلبی اور روحانی تعلق استوار کرو گے تو تم ثابت قدم رہ سکو گے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ گیا تو پھر تمہارے اندر جان نہیں رہے گی۔

تیسرا حکم یہ دیا کہ اللہ کا اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم مانو۔ یہاں الفاظ تو یہ ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، لیکن عملاً اللہ کی اطاعت بھی رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ اس لیے اللہ جو حکم بھی دیتا ہے اپنے رسول ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے دیتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ رسول کریم ﷺ کی ہر حالت میں اطاعت کرو۔ آپؐ کی اپنی رائے اور اجتہاد کو بھی مانو ؎

بمصطفیٰ برساں کہ خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اور پھر   گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس سلسلہ میں اگلا حکم یہ ہے کہ آپس میں جھگڑنے سے اجتناب کرو۔ سورۃ آل عمران میں جنگ اُحد کے ضمن میں بتایا گیا تھا کہ جب پہاڑی درّے کے تیراندازوں کا آپس میں اختلاف ہوا تو مسلمانوں کو کس قدر نقصان اُٹھانا پڑا۔ تو یہاں جنگ اُحد سے ایک سال پہلے ہی مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تمہیں ہر حال میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم پر کاربند رہنا ہے، تمہیں نظم کی پابندی کرنا ہے ورنہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اسی طرح تمہیں صبر و ثبات اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ بے شک اللہ کی تائید اور نصرت اہل صبر کے ساتھ ہے۔

فرمان نبویؐ

یہود و نصاریٰ کی پیروی کی پیشین گوئی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی؟ قَالَ فَمَنْ؟)) (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’یقیناً ایسا ہوگا کہ تم (یعنی میری امت کے لوگ) اگلی امتوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے بالشت برابر بالشت اور برابر ذراع (یعنی بالکل ان کے قدم بقدم چلو گے) یہاں تک کہ اگر وہ گھسے ہوں گے گوہ کے بل میں تو اس میں بھی تم ان کی پیروی کرو گے...... عرض کیا گیا کہ اے خدا کے رسول، کیا یہودی و نصاریٰ (مراد ہیں)؟ آپؐ نے فرمایا، تو اور کون؟‘‘

تشریح: ’’شبر‘‘ کے معانی بالشت اور ’’ذراع‘‘ کے معنی ہاتھ کی انگلیوں کے سرے سے لے کر کہنی تک کی مقدار ہے جو ٹھیک دو بالشت کے برابر ہوتی ہے...... حدیث کے الفاظ ’’شبراً بشبر و ذراعاً بذراع‘‘ کا مطلب بالکل وہ ہے جو اردو محاورہ میں ’’قدم بقدم‘‘ کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ اگلی امتوں کے گمراہ لوگوں کی قدم بقدم پیروی کریں گے، جن گمراہیوں اور غلط کاریوں میں وہ مبتلا ہوئے تھے، یہ بھی ان میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی سر پھرے پاگل نے ’’ضب‘‘ (گوہ) کے بل میں گھسنے کی کوشش کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے پاگل ہوں گے جو یہ مجنونانہ حرکت کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

ایوب بیگ مرزا

”میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے“

تین سال قبل جب پاکستان مکمل طور پر مشرف بہ پرویز تھا، عدلیہ کو پابند سلاسل کر دیا گیا تھا، امریکہ اس فوجی آمر پر صدقے واری جا رہا تھا۔ عام آدمی کی بات چھوڑیئے کہ اس کی بات تو ہر بات پر چھوڑنی پڑتی ہے، سیاسی گرو بھی انتخابات کے انعقاد اور خالصتاً سویلین جمہوری حکومت کے قیام کی کوئی امید نہیں رکھتے تھے۔ ”ووٹ گردی“ کے دونوں سرغنہ میاں نواز شریف اور بی بی بے نظیر بھٹو دونوں پاکستان سے باہر در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ ان ہی دنوں وکلاء کی عدلیہ بحالی تحریک نے فوجی آمریت کو اتنے زوردار جھٹکے لگائے جس سے ”پرویزیت“ کا بت زمین بوس تو نہ ہوا البتہ جڑوں سے ہلا مارا گیا۔ امریکہ نے اپنی روایات کے مطابق ڈوبتے دوست کو بچانے کے لئے لائف بوٹ مہیا کرنے کی بجائے یہ کہہ کر اس کی کمر سے پتھر باندھ دیا کہ اگر ”اصحاب ق“ جیتے تو ہم انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اُدھر بی بی پاکستان کے حالات اور امریکہ سے عوامی نفرت کو بھانپتے ہوئے امریکہ سے دور ہوتی نظر آئیں تو انہیں زندگی کے بندھن سے آزاد کر دیا گیا۔ اس حادثہ نے آصف علی زرداری کو لیڈر بنا دیا۔ روتے پیٹتے بے نظیر کے جیالوں کے پاس کوئی اور آپشن ہی نہ تھا کہ بلاول ابھی سیاسی بلوغت کی سند حاصل نہ کر سکا تھا اور وراثتی سیاست کا تقاضا تھا کہ بلاول کی رسم تاج پوشی تک آصف علی زرداری پر گزارہ کیا جاتا۔ آصف کی قسمت نے مزید یاوری کی اور وہ نواز شریف جو پہلے انہیں مسٹر ٹین پرسنٹ کہا کرتا تھا، اُس نے پرویز مشرف کی دشمنی میں زرداری صاحب کو ”معصومِ اعظم“ قرار دے دیا۔ امریکہ کو اپنا نیا مہرہ آگے بڑھتا نظر آیا تو اس نے پاکستان میں پُرامن انتخابات کے انعقاد میں مدد کی۔ یوں انتخابات کا معرکہ سر ہو گیا۔

انتخابات کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت سازی اور آصف علی زرداری کی قلابازیاں، یہ اتنی پرانی کہانی نہیں کہ قارئین کے سامنے اسے دہرایا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ دو سال کی حیلہ سازیاں اور باتوں کے ہیر پھیر کے بعد وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ اپنے تمام اختیارات پارلیمنٹ کو منتقل کر کے پاکستان میں حقیقی پارلیمانی نظام قائم کر دیں اور خود دستخط کرنے والی مشین بن کر ایوانِ صدر میں اقتدار کے دن پورے کریں۔ لیکن یہ پُر آسائش قید وہ صرف اسی صورت میں چین سے کاٹ سکتے ہیں اگر چیف جسٹس افتخار چودھری کو ان پر ترس آ جائے، وگرنہ چودھری صاحب کے ترکش میں ابھی بہت تیر باقی ہیں اور ایسا مواد کسی قدر موجود ہے کہ آصف علی زرداری اڈیالہ جیل منتقل ہو جائیں۔ بہر حال یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ آنے والے دنوں میں آصف ”زردار“ ہی رہتے ہیں یا بے گھر ہونے کے ساتھ ساتھ بے زر بھی ہو جاتے ہیں، البتہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر خالصتاً اور محض قومی نقطۂ نظر کو دیکھا جائے اور پاکستان کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے سر کی آنکھوں پر صرف جمہوری سیاست کی عینک چڑھا لی جائے تو 31/ مارچ 2010ء کا دن یقیناً پاکستان کے لئے بہت بڑا دن تھا۔ وہ ملک جس میں صوبائی اور لسانی عصبیت بدترین سطح پر پہنچ چکی ہو، جہاں فرقہ واریت کا عفریت اژدھا بن کر تحمل، برداشت اور رواداری کو نگل رہا ہو، جہاں مراعات اور مفادات کے حصول کا لالچ اپنوں کے خون کو حلال قرار دے دے، جہاں خیانت اور بددیانتی کلیدی عہدوں کے حصول کے لئے میرٹ بن جائے، جہاں قومیتوں کو بنیاد بنا کر ٹارگٹ کلنگ کی جا رہی ہو، جہاں کچھ لیڈر خود کو بڑے فخر سے قوم پرست کہتے ہوں، اس ملک کے تمام صوبوں اور علاقوں کے لوگ اگر ایک آئین پر متفق ہو جائیں تو یقیناً یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

آئینی کمیٹی نے 1973ء کے آئین میں 95 ترامیم کی ہیں۔ اس کی پارلیمانی حیثیت بحال کی، لہٰذا یہ کہنا کہ سیاست دان گویا ایک نئے آئین پر متفق ہو گئے ہیں، یہ کوئی ایسی بڑی مبالغہ آرائی نہیں ہو گی۔ اس حوالہ سے دیکھا جائے تو مٹھائیوں کی تقسیم، مبارک باد، تحسین و آفرین کی چیخ و پکار بلا جواز نہیں۔ اگرچہ ہمارا نقطۂ نظر مختلف ہے۔ ہمارے نزدیک مرض کی تشخیص ہی غلط ہے۔ ہمارے بے عزت اور بے توقیر ہونے کی وجہ یہ نہیں تھی

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 20 تا 26 ربیع الثانی 1431ھ — 6 تا 12 اپریل 2010ء — شمارہ 15

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کہ ہم بے آئین تھے بلکہ ہماری ذلت ورسوائی کی اصل وجہ یہ تھی اور ہے کہ ہم نے نظریاتی انحراف کیا کہ ہم اس گاڑی میں سوار ہو گئے جو منزل کی مخالف سمت میں جارہی تھی۔ لہٰذا ہم جتنے تیز رفتار ہوں گے منزل سے اتنی تیزی سے دور ہوتے جائیں گے۔ ہماری رائے میں مہنگائی اور بے روزگاری سے لے کر نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں جھلس جانے تک تمام آلام ومصائب نے پاکستان کی راہ اس لئے دیکھی کہ ہم پاکستانیوں نے رب کائنات سے کیا ہوا اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا۔ عریانی اور فحاشی چھوت کے مرض کی طرح پھیلی، حکومتوں نے نہ صرف کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی بلکہ ترغیب وتشویق دلائی گئی۔ سودی معیشت کو اپنا کر ہم نے اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ مول لے لی۔ خیانت، بددیانتی، اقربا پروری، کرپشن میں ہم دنیا کے لیڈر تسلیم کئے گئے۔ وہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا، جسے مملکتِ خداداد کہا جاتا ہے، جو رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں معرضِ وجود میں آیا تھا، اس ملک میں بابانگِ دھل کہا گیا کہ شرعی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نے اپنے اسلامی تشخص پر آخری اور انتہائی کاری ضرب اس وقت لگائی جب برادر اسلامی ملک افغانستان کی تباہی وبربادی میں طاغوت اور کفر کی قوتوں کے دست وبازو بن گئے۔ سچی اور کھری بات یہ ہے کہ اس بھیانک جرم کے ارتکاب نے ہماری شکل بدل دی ہے، ہمارا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جس فوج کا ماٹو ایمان، تقویٰ اور جہاد تھا وہ ملا عمر کے خلاف مائیک مولن اور سٹینلے کرسٹل کے کاندھے سے کاندھا ملا کر جنگ کر رہی ہے۔ صرف اس لئے کہ اُدھر مہلک ہتھیار ہیں، ڈالروں کی چکا چوند ہے اِدھر تہی دامن ہیں، فقیر اور درویش ہیں۔ لیکن جو نہیں جانتے وہ جان لیں اور جو نہیں سمجھتے وہ سمجھ لیں کہ تاریخِ انسانی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ اس ذاتِ پاک نے ننھے منھے پرندوں کی چونچ میں آجانے والی کنکریوں سے ہاتھیوں کو بھُس بنا دیا۔ کسی نمرود کو مچھر کے ہاتھوں ذلت کی موت دی، کسی فرعون کو غوطے دے دے کر مار ڈالا اور اس کی لاش کو انسانیت کے لئے عبرت کا باعث بنا دیا۔ اگر اس ذات سے رشتہ جوڑ لیا جائے، اگر آج ہم طے کرلیں کہ قرآن ہمارا آئین ہوگا، سنتِ نبویؐ ہمارا لائحہ عمل ہوگا، ہماری جنگ اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں سے ہوگی اور ہمارے بازو مومنوں کے لئے کھلے ہوں گے، ہم راہِ حق میں ڈٹ جائیں گے، ہم باطل کا تادمِ مرگ مقابلہ کریں گے، ہم راہِ حق میں آنے والے مصائب کو اپنے لئے سعادت سمجھیں گے تو بگڑی اب بھی سنور سکتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ محض نعروں سے نہیں ہوگا، اس کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر آسائشوں اور مراعات پر تین حرف بھیج کر کانٹوں کی سیج کا انتخاب کرنا ہوگا۔ خود پر دین نافذ کرنا ہوگا۔ معاشرے کو اللہ کے دین کی طرف پکارنا ہوگا۔ دینِ حق کے قیام کے لئے کسی اجتماعیت میں شمولیت اختیار کرنا ہوگی اور آخری بات یہ کہ رب کی زمین پر رب کے قانون کو نافذ کرنے کی قسم کھانی ہوگی۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہی نجات کی راہ دکھائے گا۔ آخر میں ہم قارئین کی خدمت میں مفکر اسلام حضرت علامہ اقبال کا یہ شعر پیش کریں گے ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

نامور ادیب سید قاسم محمود رحلت فرما گئے

ملک کے نامور صحافی، مصنف، دانشور اور ہفت روزہ ندائے خلافت کے سابق مدیر انتظامی سید قاسم محمود 31 مارچ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جوہر ٹاؤن لاہور میں مقیم تھے اور تین ماہ سے صاحب فراش اور شوگر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ اُن کی عمر 81 برس تھی۔ اُن کی نماز جنازہ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے پڑھائی۔

سید قاسم محمود 17 نومبر 1928ء کو گاؤں کھر کھودہ ضلع روہتک میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک وہیں تعلیم پائی۔ قیام پاکستان کے بعد انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آگئے، اور لاہور کو مسکن بنایا۔ یہاں وہ محنت مزدوری کرتے رہے۔ 1950ء میں دائرہ معارف اسلامیہ کے مدیر اعلیٰ مولوی محمد شفیع کے معاون مقرر ہوئے۔ بعد ازاں وہ مختلف جرائد ہمایوں، قندیل، صحیفہ، لیل ونہار، ادب لطیف اور سیارہ ڈائجسٹ کے علاوہ امروز میں بھی ادارتی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ انہیں مختلف ادبی شخصیات کے ساتھ کام کرنے اور اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ اُنہوں نے شاہکار کے نام سے اپنا ذاتی اشاعتی ادارہ بنایا، جس کے تحت بیسیوں سستی کتابیں شائع ہوئیں۔ انہوں نے عالمی ادب کو اردو میں منتقل کرنے کے سلسلے میں بھی وقیع کام کیا۔ لیکن اُن کا سب سے بڑا کارنامہ اور امتیاز اسلامی انسائیکلوپیڈیا اور انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا ہے۔ یہ وہ خزانہ ہے جس سے اہل ذوق تادیر استفادہ کرتے رہیں گے۔ آج کل وہ قرآنی انسائیکلوپیڈیا اور انسائیکلوپیڈیا احیائے اسلام پر کام کر رہے تھے۔

سید قاسم محمود تنظیم اسلامی میں شامل تھے اور تنظیم کے جرائد کے ساتھ ایک عرصے سے اُن کے قلمی تعاون کا گرانقدر سلسلہ جاری تھا۔ وہ اکتوبر 2002ء میں قرآن اکیڈمی سے وابستہ ہوئے۔ ستمبر 2003ء میں انہیں شعبہ مطبوعات کے مدیر اعلیٰ اور ندائے خلافت کے مدیر انتظامی کی ذمہ داری سونپی گئی جسے انہوں نے کمال خوبی سے نبھایا۔ کئی سال تک ندائے خلافت میں اُن کے تاریخ تحریکات احیائے اسلام اور صلیبی جنگوں کی تاریخ کے وقیع سلسلوں کے علاوہ گوشۂ اقبال کے زیر عنوان اُن کی کلام اقبال کی شرح شائع ہوتی رہی۔ اُن کی ادارت میں ندائے خلافت کے کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے اور مقبول ہوئے۔ اُن میں فلسطین نمبر، اقبال نمبر، عراق نمبر، کشمیر نمبر، نظریۂ پاکستان نمبر، تحریک پاکستان نمبر اور استحکام پاکستان نمبر شامل ہیں۔ وہ ماہنامہ میثاق اور حکمتِ قرآن میں بھی عالم اسلام اور نباتات قرآن کے حوالے سے مضامین لکھتے رہے۔

سید قاسم محمود نہایت خوددار اور سیلف میڈ انسان تھے۔ ساری عمر آزاد قلمکاری اُن کا شیوہ رہا۔ حکومت پاکستان نے کئی مرتبہ صدارتی ایوارڈ کی پیشکش کی، مگر انہوں نے معذرت کرلی۔ کیونکہ وہ حکومت سے کوئی ایوارڈ نہیں لینا چاہتے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دینی ادب، صحافت اور قاموس نگاری کے حوالے سے اُن کی خدمات تادیر یاد رکھی جائیں گی۔ اُن کی وفات سے علمی وادبی دنیا میں فوری طور پر ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ ہم اللہ کے حضور دست بستہ دعا کرتے ہیں کہ اُن کی حسنات کو قبول فرمائے، اُن کے چھوڑے ہوئے علمی ورثہ کو اُن کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ اور اُن کی سیئات اور لغزشوں سے درگزر فرما کر انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

سرمایہ دارانہ ذہنیت کے حامل لوگوں کے لیے

’باغ والوں‘ کے قصے میں سبق

سورۃ القلم کی آیات 17 تا 33 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 26 مارچ 2010ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

[سورۃ القلم کی آیات 17 تا 33 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ القلم کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ نٓ بھی ہے اور یہ 29 ویں پارے میں ہے۔ اس کے پہلے رکوع میں ابتداءً نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے، لیکن رکوع کے نصف آخر میں ”باغ والوں“ کا قصہ بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حقائق کو واضح کرنے کے لیے کئی مقامات پر تمثیل کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ تمثیلی انداز کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص اُس سے اخلاقی سبق کو بآسانی اخذ کر لیتا ہے۔

یہاں جس باغ کا ذکر ہوا ہے، اُس کے بارے میں اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ یمن کے شہر صنعاء کا ایک باغ تھا۔ بعض دوسروں کی رائے یہ ہے کہ باغ اور باغ والوں کا قصہ محض ایک تمثیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے، تاکہ ہم لوگ اس سے سبق سیکھیں۔ اس میں کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ضروری نہیں، بلکہ اس میں عموم ہے۔ اس میں اصل سبق کیا ہے؟ یہ کہ ایک طرف تو حقوق اللہ ہیں۔ انسان پر لازم ہے کہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے، توحید تک پہنچے، کہ یہ سارا نظام کائنات ایک ہی ہستی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ نظام کائنات میں بے مثال توافق اور ہم آہنگی ہے۔ اس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں ہے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کائنات کا ایک ہی خالق و مالک اور بادشاہ حقیقی ہے، اور کائنات میں اُسی کا حکم کارفرما ہے۔ انسان اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اُس کے پاس بلکہ دیگر تمام مخلوقات کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ انسان کی کوئی بھی چیز حتیٰ کہ اُس کی جان بھی ذاتی نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کی عطا ہے۔ اُس میں جو صفات و کمالات اور خوبیاں ہیں، وہ بھی اللہ کی دَین ہے۔ اللہ کی یہ معرفت توحید ہے، جو اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اللہ کا حق اور توحید کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدائے واحد کی بندگی کرے، اور اُس کی بندگی میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اُسی کے دیئے گئے ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اُس کے نزدیک آقا کا حکم اور مرضی ہر شے پر مقدم ہونی چاہیے۔ وہ اپنے نفس کے تقاضوں پر رب کی مرضی و منشاء کو ترجیح دے۔ یہی بندگی انسان کی تخلیق کی اصل غرض و غایت ہے۔ یہ سبق تو حقوق اللہ کے حوالے سے ہے۔ دوسری جانب انسان پر کچھ حقوق العباد بھی ہیں۔ اُسے چاہیے کہ ان کی ادائیگی بھی پوری حزم و احتیاط سے کرے۔ آج میں نے جو آیات پڑھی ہیں، ان میں جس واقعہ کا ذکر ہے، اس کا تعلق اصل میں حقوق العباد سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت سلیم پر پیدا کیا ہے اور اُس میں روح ملکوتی رکھی ہے، جس کی بنا پر اُس میں خیر و بھلائی کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔ انسان کو یہ اچھا لگتا ہے کہ کسی غریب کی مدد کرے، کوئی رشتہ دار یا ضرورت مند پریشان ہو تو اُس کی پریشانی کو رفع کرے۔ یہ چیز روح کی آسودگی اور اطمینان قلبی کا ذریعہ ہے۔ ایسا کرنے پر انسان کو اندر سے شاباش ملتی ہے کہ ہاں تم نے بہت اچھا کام کیا۔ تم نے دوسرے کی ضرورت دیکھ کر ایثار کیا، تو یہ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے تمہارا نقصان ہے، مگر ایسا کر کے تم نے بہت نیک کمائی کی ہے۔ یہ اندر سے شاباش کیوں ملتی ہے؟ اس لیے کہ نیکی و بھلائی ہماری فطرت کی آواز ہے، جس پر اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نیکی و بھلائی کو ”معروف“ قرار دیتا ہے۔ یعنی یہ وہ کام ہیں جنہیں ہماری فطرت خوب پہچانتی ہے۔ اس کے برعکس بدی و گناہ کو منکر اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے فطرت اِبا کرتی ہے۔ جھوٹ، دھوکہ دہی اور ظلم و ناانصافی وغیرہ کا خواہ دنیا میں کتنا ہی چلن ہو، دنیا میں کہیں بھی انہیں پسند نہیں کیا جاتا۔ ایک انسان جھوٹ بول کر خواہ لاکھوں روپے کما لے، اور بھرپور دنیاوی فائدہ حاصل کر لے، لیکن اُس کا اگر ضمیر زندہ ہے تو وہ ضرور اُسے ملامت کرے گا کہ نہیں، تم نے یہ کام ٹھیک نہیں کیا۔ ہاں، اگر ضمیر ہی مردہ ہو جائے اور فطرت ہی مسخ ہو چکی ہو، تو پھر اندر سے یہ ملامت نہیں ہوتی۔ اور یہ انتہائی خطرناک سٹیج ہوتی ہے۔ پھر خواہ انسان کے سامنے ہدایت کا خورشید جہاں تاب بھی طلوع ہو جائے، پھر بھی اُسے کچھ نظر نہیں آئے گا، وہ حق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ رسولوں کی دعوت کو قومیں اسی لیے ٹھکرا دیتی رہی ہیں کہ اُن کی فطرت مسخ ہو گئی تھی اور اُن کی آنکھوں پر تعصبات کے پردے اتنے گہرے ہو چکے تھے کہ وہ حق کو پہچاننے کے باوجود قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

اب آیئے، باغ والوں کے قصے کی طرف! فرمایا:

﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ﴾

”ہم اِن لوگوں (کفار و مشرکین) کو اُسی طرح آزما رہے ہیں جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا۔“

باغ والوں کا قصہ آگے آ رہا ہے۔ یہاں ایک اصولی بات بتا دی کہ اے نبی کریم ﷺ یہ جو مشرکین اور سرداران قریش آپ کو اذیتیں دے رہے ہیں، آپ کو ساحر اور مجنون کہہ رہے ہیں، آپ کی دعوت حق کی مخالفت کر رہے ہیں، تو یہ دراصل اُن کی آزمائش کی جا رہی ہے۔ اِس دنیا میں انسان کی ہر حالت آزمائش و امتحان کے لیے ہے۔ دنیا فی نفسہٖ دارالامتحان ہے۔ یہاں اللہ نے کسی کو امیر بنا دیا ہے اور کسی کو غریب۔ کسی کو اقتدار دیا ہے اور کسی کو اس سے محروم رکھا ہے۔ کسی کو صحت و تندرستی عطا کی ہے اور کسی کو بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔ کسی کو صاحب اولاد بنایا ہے اور کسی کو بے اولاد رکھا ہے تو یہ سب حالتیں اور کیفیات انسان کی ابتلاء و آزمائش ہیں۔ تو یہ مشرکین جو آپؐ کا انکار کر رہے ہیں،

آپ کو ساحر اور مجنون کہہ کر آپ کو تکلیف دے رہے ہیں، حقیقت میں یہ اِس آزمائش میں ناکام ہو رہے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ اللہ نے یہ دنیا بنائی ہی آزمائش کے لیے ہے۔ اسی بنا پر اُس نے یہاں ہر شخص کو خیر و شر کے انتخاب کی آزادی دی ہے۔ اُسے فلاح و کامیابی اور ناکامی و خسران کے دونوں راستے بتا کر یہ اختیار دیا ہے کہ جسے چاہے اختیار کرے۔ چاہے تو اللہ کا بندہ بن کر رہے، اور کامیابی کے راستہ پر گامزن ہو، اور چاہے تو اللہ سے بغاوت کرے اور اللہ کے سب سے بڑے باغی شیطان کے پیچھے چلے، اور اپنے لیے ہلاکت کا سامان کرے۔

اب باغ والوں کا قصہ شروع ہو رہا ہے۔

﴿اِذۡ اَقۡسَمُوۡا لَیَصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا یَسۡتَثۡنُوۡنَ ﴿۱۸﴾﴾

"جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ لیں گے اور ان شاء اللہ نہ کہا۔"

یہاں جن لوگوں کا قصہ بیان ہو رہا ہے، وہ چند بھائی تھے۔ اُن کا ایک بڑا باغ تھا، جو اُن کی مشترکہ ملکیت تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جب پھل پکنے پر آ گیا تو یہ بھائی پھل توڑنے کی تیاری کرنے لگے۔ رات کو انہوں نے قسم کھالی کہ کل صبح سویرے ہم ضرور پھل توڑیں گے، اور انہوں نے استثناء نہیں کیا۔ "استثناء نہیں کیا" سے مراد ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے "ان شاء اللہ" نہیں کہا یعنی اگر اللہ کو منظور ہوا تو ہم پھل توڑیں گے۔ انہوں نے یہ سوچا ہی نہیں کہ کوئی برتر ہستی بھی ہے جو ہمارے ارادوں کے پورے ہونے میں حائل ہو سکتی ہے، سب کچھ جس کے اختیار میں ہے۔ وہ دولت کے نشے میں اللہ کو بھولے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے ترجمہ اس انداز سے کیا ہے کہ "انہوں نے قسم کھائی کہ سب پھل توڑیں گے، کچھ بھی نہیں چھوڑیں گے"۔ نیک اور سلیم الفطرت لوگوں کو معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ باغ سے جب پھل توڑتے ہیں، تو اس بات کا بھی اہتمام کرتے ہیں، کہ کچھ پھل مسکینوں اور غرباء کے لیے چھوڑ دیں، تاکہ اُنہیں بھی کچھ حصہ مل سکے۔ لیکن ان بھائیوں نے طے کیا کہ درختوں پر کچھ بھی پھل نہیں چھوڑیں گے، سب توڑ ڈالیں گے۔ اس لیے کہ اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

﴿فَطَافَ عَلَیۡهَا طَآئِفٌ مِّنۡ رَّبِّكَ وَهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصۡبَحَتۡ كَالصَّرِیۡمِ ﴿۲۰﴾﴾

"سو وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے (راتوں رات) اس (باغ) پر ایک آفت پھر گئی، تو وہ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔"

وہ رات کو پھل توڑنے کا پروگرام بنا کر سو گئے۔ رات کو گردش سماوی ایسی آئی کہ سارا باغ تباہ و برباد ہو گیا اور بالکل ایسے ہو گیا جیسے فصل کٹ جانے کے بعد کھیت بالکل اجڑ جاتا اور ویران ہو جاتا ہے۔

﴿فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغۡدُوۡا عَلٰی حَرۡثِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰرِمِیۡنَ ﴿۲۲﴾ فَانۡطَلَقُوۡا وَهُمۡ یَتَخَافَتُوۡنَ ﴿۲۳﴾ اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّهَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡكُمۡ مِّسۡكِیۡنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾﴾

"جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو، تو وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج یہاں تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے اور کوشش کے ساتھ سویرے ہی جا پہنچے (گویا کھیتی پر) قادر (ہیں)۔"

اُدھر باغ پر آفت آ چکی تھی، اُن کا سارا اثاثہ ختم ہو چکا تھا، اور ادھر صبح صبح یہ ایک دوسرے کو آواز دے رہے تھے کہ جلدی کرو۔ اگر تمہیں واقعی اپنا پھل توڑنا ہے تو دیر نہ کرو، منہ اندھیرے ہی چل نکلو۔ پھر وہ باغ کی طرف چل دیئے۔ اور ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے کہ اس بات کا اہتمام کر لیا جائے کہ کوئی فقیر مسکین باغ میں نہ آنے پائے۔ یہ لوگ خواہ مخواہ ہم سے اپنا حصہ بٹور لیتے ہیں۔ اگر ہم صبح ہی صبح جا کر یہ کام کر لیں گے تو کسی کو یہ موقع ہی نہ ملے گا۔ رحم و ہمدردی تو انسانی فطرت میں شامل ہے، لیکن وہ فطرت کی پکار کے برعکس نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے مال میں سے کسی غریب، مفلوک الحال اور مسکین کو بھی کچھ حصہ ملے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوۡهَا قَالُوۡۤا اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ ﴿۲۶﴾ بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ﴿۲۷﴾﴾

"جب باغ کو دیکھا تو (ویران) کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں، نہیں بلکہ ہم (برگشتہ) بے نصیب ہیں۔"

جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ باغ کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ اس پر اُن کا پہلا ردعمل یہ تھا کہ شاید ہم راستہ بھول آئے ہیں۔ حالانکہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اُس راستہ کو بھول جاتے جس پر صبح و شام جاتے تھے۔ پھر فوراً ہی انہیں احساس ہوا کہ نہیں، بات راستے بھولنے کی نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی ہے۔ یہ جگہ وہی ہے، مگر رات کو کوئی آفت سماوی آئی ہے جس سے باغ برباد ہو گیا ہے۔

﴿قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ ﴿۲۸﴾﴾

"ایک جو ان میں عقل مند تھا بولا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟"

اُن میں سے جو درمیانہ تھا، یا یوں کہیے جو معقول آدمی تھا، جس میں فکری توازن تھا، کہنے لگا کہ جب تم یہ باتیں کر رہے تھے کہ ہم کسی مسکین کو باغ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو کیا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کو کیوں بھلائے بیٹھے ہو، تم اُس کی تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ تم اپنے آپ کو مالک حقیقی کیوں سمجھ بیٹھے ہو، حالانکہ یہ باغ اللہ کی عطا ہے، اور اُس کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے غریبوں اور مساکین کا حصہ بھی نکالو لیکن تم اس کے لیے تیار نہ ہوئے۔ آج بھی سرمایہ دارانہ تصور یہی ہے۔ سرمایہ دار یہ سمجھتا ہے کہ سرمایے کا مالک میں خود ہوں، یہ میری محنت کی کمائی ہے۔ اِسے جیسے چاہوں خرچ کروں، میں چاہوں تو اس سے سینما گھر بناؤں اور چاہوں تو نیٹ کیفے کھول کر بچوں کے اخلاق کو تباہ کروں۔ پھر یہ کہ جب مال میرا ہے تو میں اس میں سے غریبوں کو کیوں دوں۔ میں نے دن رات ایک کیا اور بھرپور محنت کی اور انہوں نے محنت نہیں کی، تعلیم حاصل نہیں کی، اس لیے جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں۔ اب یہ اپنی قسمت بھگتیں۔ مجھے اِن سے کوئی سروکار نہیں۔ اپنے سرمایہ اور مال و دولت سے متعلق یہ سرمایہ دارانہ ذہنیت اس بات کا مظہر ہے کہ انسان خود کو اپنے مال کا مالک حقیقی سمجھ بیٹھا ہے، اور یہ بات بھلا دی ہے کہ یہ مال تو اللہ کی عطا ہے، لہٰذا یہ مجھے اُس کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا ہے، اِسے جائز کاموں میں لگانا ہے، اس میں سے غریبوں کا حصہ نکالنا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ رب کا انکار ہے۔ ایسی ذہنیت کے حامل شخص کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیے۔ بہرحال باغ والوں میں سے ایک نے انہیں کہا کہ میں نے تمہیں متنبہ کیا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے، تم سرمایہ کی وجہ سے اللہ کو کیوں بھلائے بیٹھے ہو۔

﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۲۹﴾﴾

"(تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بیشک ہم ہی قصوروار تھے۔"

ابھی اُن کے اندر دل کی وہ سختی نہیں تھی، ابھی اُن کا ضمیر زندہ تھا، لہٰذا فوراً انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔ ہمارا رب تو پاک ہے۔ زیادتی ہم سے ہوئی ہے۔ ظلم ہم ہی نے کیا ہے۔ یہ ظلم کیا ہے؟ آج کے مادہ پرستانہ نقطۂ نظر سے تو یہ ظلم ہے ہی نہیں۔ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جب مال میرا ہے اور میں اس میں سے کسی اور کو نہیں دیتا تو اس میں کیا بُرائی ہے۔ لیکن دین ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ تمہارے مال میں دوسروں کا بھی حصہ ہے۔ اس میں غرباء اور مساکین کا بھی حق ہے۔

اگر اللہ نے تمہیں زیادہ دیا ہے، تو یہ آزمائش کے لیے ہے اور کسی کو تنگ دست بنایا ہے تو یہ بھی امتحان کے لیے ہے۔ تمہارے مال میں تمہارا حق اتنا ہی ہے جتنی تمہاری ضرورت ہے، باقی دوسروں کا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ محرومین، مساکین اور غرباء کو اُن کا حق دو۔ اسلام کی اس تعلیم میں حقوق العباد کی سب سے بڑی بنیاد ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے، آدمی یہ بات پیش نظر رکھے کہ میری طرح کمزور اور بے سہارا لوگ بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ میری طرح ان کی بھی ضروریات ہیں۔ میرے پاس تو ضرورت سے بڑھ کر ہے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں اپنے رب کو اُس وقت تک راضی نہیں کر سکتا، جب تک کہ اُس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور اُن کی خدمت نہ کروں۔ اس سلسلے میں ہی بہت سی احادیث آتی ہیں، جن میں مخلوق خدا کی خدمت اور انسانی ہمدردی کی پر زور تعلیم دی گئی ہے۔ مخلوق کی خدمت اللہ کی رضا کا راستہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کسی مسلمان کی ایک دنیوی تکلیف دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور فرمائیں گے اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور جو کسی تنگ دست کے لیے آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہو۔“ (رواہ ابن ماجہ)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس آدمی نے میری اُمت میں سے کسی شخص کی کسی دنیاوی حاجت و ضرورت پوری کی اور اس سے اس کا مقصد اس کو خوش کرنا تھا تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا“۔ (مشکوٰۃ شریف)

﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾﴾

”پھر لگے ایک دوسرے کو رود رو ملامت کرنے۔“

اب ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تو نے ہمیں یہ پٹی پڑھائی کہ یہ باغ ہمارا ہے۔ اس کے پھل پر صرف ہمارا ہی حق ہے۔ اس میں سے کسی غریب مسکین کو کچھ بھی نہ دینا چاہیے، حالانکہ کیا عجب کہ اللہ انہی کے سبب اس میں برکت عطا کر دیتا۔

﴿قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾﴾

”کہنے لگے، ہائے شامت ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر باغ عنایت کرے گا۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع لاتے ہیں۔“

اب اپنے کیے پر کف افسوس ملنے لگے تھے کہ ہائے افسوس، ہم ہی غلط راستے پر پڑ گئے۔ پھر اللہ سے امید باندھی کہ جس کو بھلا بیٹھے تھے۔ کوئی بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس باغ سے بہتر باغ عطا فرما دے۔ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری بہتری اسی میں ہے کہ رب کا دامن تھام لیں، اُس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اس میں جو سبق ہے اُس کا ذکر کیا گیا کہ

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾﴾

”دیکھو، عذاب یوں ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔“

سرمایہ دارانہ ذہنیت اور اللہ کو بھلانے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کو بھلا دیتا ہے، اور اپنے سرمایے کو اپنی محنت اور اپنی پلاننگ کا نتیجہ قرار دے کر من مانی کرنے لگتا ہے تو یونہی ہوتا ہے۔ پھر اللہ کی پکڑ آتی ہے اور انسان کی ساری جمع پونجی برباد ہو جایا کرتی ہے۔ آج کے انسان کو شیطان نے سرمایے کے تحفظ کے بہت سے راستے دکھائے ہیں۔ ایک راستہ انشورنس کا ہے۔ یعنی اگر کوئی تباہی آئے گی بھی تو سرمایہ دار کا سارا سرمایہ محفوظ رہے گا، سارا بوجھ صارفین پر آئے گا۔ لیکن اللہ پھر کسی اور راستے سے سبق سکھاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے، آخرت کا عذاب تو اس سے بڑھ کر ہے۔ یہاں کے چھوٹے چھوٹے عذابات تو آنکھیں کھولنے کے لیے ہیں، تاکہ قبلہ درست ہو جائے۔ اصل عذابِ آخرت کا ہے جو سب سے بڑا ہے۔ کاش کہ لوگ اس حقیقت کو سمجھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دولت پرستی سے بچائے اور عذاب آخرت سے محفوظ رکھے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام

ماہر فلسفی ومعروف سکالر ڈاکٹر محمد رفیع الدین (مرحوم) کی معرکۃ الآراء کتاب

IDEOLOGY OF THE FUTURE

کا چوتھا ایڈیشن 1970ء کے بعد اب شائع ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے

یہ کتاب انسانی جبلت اور انسانی عمل کے طبعی قوانین اور طریقہ کار کے مطالعہ پر مشتمل ہے جو تاریخ کے دھارے یا نظریاتی ارتقاء کے عمل کو متعین کرتا ہے۔ نیز یہ کتاب کارل مارکس، فرائڈ، ایڈلر اور میکڈوگل کے نظریات کے علمی مناقشے اور نقد پر بھی مشتمل ہے۔

☆406 صفحات مع انڈیکس ☆ قیمت: 750 روپے

ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی کتاب ”قرآن اور علم جدید“ کا انگریزی زبان میں ترجمہ

The Quran and Modern Knowledge

پہلی مرتبہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو گیا ہے

اس کتاب میں قرآن کے فلسفہ وحکمت کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ رائج الوقت افکار ونظریات پر محکم دلائل کی بنیاد پر نقد بھی کی گئی ہے

☆466 صفحات ☆ قیمت: 550 روپے

دونوں کتابیں عمدہ طباعت، اعلیٰ جلد بندی اور خوبصورت ٹائٹل کور سے مزین ہیں

ہول سیلرز، پبلشرز اور بک سیلرز کے لیے خصوصی رعایتی قیمت

ملنے کا پتہ: ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-35074598

دینی قوتیں ایک فیصلہ کن چوراہے پر!

محمد نذیر یٰسین، لاہور

اگر ہم برعظیم پاک وہند (جس میں تاریخی و زمینی رشتوں کے لحاظ سے افغانستان بھی شامل ہے)، کی گزشتہ تین صدیوں پر ایک طائرانہ نظر دوڑائیں تو یہ عجیب وغریب حقیقت منکشف ہوگی کہ یہاں کی دینی قوتیں اس وقت تیسری بار ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مقام پر پہنچ چکی ہیں اور ان تینوں ہی مواقع کے مابین لگ بھگ نوے برس کا فصل ہے۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہمیں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد کا عروج وزوال نظر آتا ہے۔ اس کے نوے برس بعد بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی غلبۂ دین اور آزادی ہند کے لئے برپا کی گئی ہمہ جہت تحریک کا سراغ ملتا ہے۔ اکیسویں صدی کے پہلے عشرہ میں پورے نوے سال بعد ہم پھر اسی خطہ میں دنیا جہاں کی کفریہ طاقتوں اور مجاہدین اسلام کے مابین فیصلہ کن معرکہ آرائی دیکھ رہے ہیں جو اس وقت اپنے منطقی انجام کی طرف بھی بڑھتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

ان حالات میں یہ سوال اٹھانا بالکل فطری ہوگا کہ آیا تحریک شہیدین اور تحریک ریشمی رومال کی طرح القاعدہ وطالبان مجاہدین کی اسلامی تحریک بھی بالآخر دم توڑ جائے گی؟ بہت سے اذہان کے نزدیک یہ سوال مایوسی پھیلانے کی کوشش قرار دیا جایا جا سکتا ہے، تاہم تاریخی تناظر میں اس سوال کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ طالبان و القاعدہ مجاہدین کی جدوجہد اگر فی الواقعی غلبۂ اسلام ہی کے لئے ہے اور اسے خلافت اسلامی کے احیاء کے مقصد عظیم تک پہنچنا ہے، تو پھر ماضی کی تمام احیائی تحریکوں کی ناکامیوں کے اسباب کا احاطہ اور ان کی تلافی بہر صورت لازم ہوگی۔ وگرنہ شہادتوں اور قربانیوں کی یہ عظیم داستان بھی ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ جائے گی اور شاید ہمیں موجودہ مقام تک پہنچنے کے لئے مزید نوے برس تک انتظار کرنا پڑے۔ نوے برس کا عرصہ کسی قوم بالخصوص مسلمانوں کے عروج وزوال کے حوالہ سے کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ مذکورہ بالا دو واقعات سے تو ہوتا ہی ہے، نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے:

((ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا)) (رواہ ابوداؤد)

"اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر اس اُمت کے لئے ایسے لوگ اُٹھاتا رہے گا جو اُس کے لئے اُس کے دین کو تازہ کرتے رہیں گے۔"

مذکورہ بالا فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک صدی کے خاتمہ سے کافی پیشتر ہی نئے مجدد اُمت کی تجدیدی واحیائی مساعی شروع ہو جایا کرتی ہیں، جو نوے سال کا عرصہ گزرنے پر اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ تاہم اسے اُمت کا ایک عظیم تاریخی المیہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ تجدید واحیائے دین کی بے مثال خدمات سرانجام دینے والے مجددین ملت اپنے اپنے دور میں بظاہر کوئی ٹھوس کامیابی حاصل نہ کر سکے، اگرچہ تاریخ نے بالآخر اُن کے تجدیدی کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے اُن سے روشنی ضرور حاصل کی۔ تو کیا ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا اور یہ اُمت کبھی بھی اس قدر بالغ نظر نہ ہوگی کہ اپنے "امام زمانہ" کو اُس کے جیتے جی پہچان کر اس کی عملی اطاعت وفرماں برداری کا حق ادا کر سکے؟ مستقبل کے امام زمانہ حضرت مہدی کے متعلق تو یہ بات یقینی ہے کہ اُنہیں پہچان کر مُطاع بنا لیا جائے گا، تاہم احادیث نبویہ ﷺ اور دیگر آثار وقرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ظہور مہدی سے قبل خلافت اسلامی ان شاء اللہ قائم ہو چکی ہوگی، جس کا قیام ظاہر ہے کہ "امام العصر" کو اُس کی زندگی میں ہی پہچاننے اور مُطاع بنانے کی صورت میں ہی ممکن ہو سکے گا۔

بہر کیف برصغیر پاک وہند کی دینی قوتیں اس وقت جس مقام پر کھڑی ہیں، وہ درحقیقت ایک چوراہا ہے۔ عزیمت، ہزیمت، رخصت اور مصلحت کا چوراہا۔

اس چوراہے پر یہ قوتیں اُس وقت بھی کھڑی تھیں جب حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی طرف بلا رہے تھے مگر اُس زمانہ میں موجود بڑی بڑی مذہبی وروحانی شخصیات نے نہ تو اُن کی اس پکار پر لبیک کہا تھا اور نہ ہی اُن کی عملی یا پھر اخلاقی طور پر مدد کی تھی۔ اس کے برعکس دین اللہ کا حقیقی درد رکھنے والے اِن رہنماؤں کو فرقہ وارانہ مسائل میں اُلجھانے، اُن پر کفر وضلالت کے فتوے چسپاں کرنے اور یا پھر اُن پر حُبّ تفوق وحبِّ جاہ وغیرہ کے الزامات لگانے کی ہر ممکن سعی کی گئی تھی۔ ایسا کرنے والوں کے اس طرز عمل کو مفاد پرستی، معاصرتی چشمک اور یا پھر اپنی ذات وجماعت کے گھمنڈ کے علاوہ کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ جبکہ دیگر وہ دینی قوتیں جنہوں نے اُس موقع پر خاموشی، لاتعلقی یا پھر غیر جانبداری کا رویہ اپنایا، وہ مصلحت کوشی اور عافیت پسندی کا شکار ہوئی تھیں اور یا پھر کہا جا سکتا ہے کہ اُن کا تصور دین ہی مسخ ومحدود ہو چکا تھا۔

اس چوراہے پر یہ قوتیں اُس وقت بھی کھڑی تھیں جب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے پہلی جنگ عظیم کے دوران آزادی ہند کی تحریک شروع کی تھی اور اس مقصد کے لئے مختلف شخصیات، سیاسی جماعتوں، شمال مغربی سرحدی علاقوں میں انگریزی حکومت کے خلاف برسرپیکار مجاہدین، خلافت عثمانیہ اور حکومت افغانستان وغیرہ کے ساتھ روابط قائم کئے تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ پرستوں نے اُنہیں بھی فرقہ وارانہ مسائل میں اُلجھانے کی بھرپور کوشش کی۔ مفاد پرست، ابن الوقت اور غدار ملت عناصر نے ان کی تحریک کے خفیہ رازوں کو افشاء کیا اور جن قوتوں سے انہوں نے غیر معمولی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں، وہ پسپائی کا راستہ اختیار کر گئیں حتیٰ کہ اپنے ہی ہم مشرب علماء وطلبہ سے بھی انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس حقیقت کا اندازہ علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ سے اُن کے خطاب کے دوران کہے گئے درج ذیل تاریخی جملوں سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو

اوراس امت مرحومہ کوکفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف وہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا۔" ("نقش حیات" از مولانا حسین احمد مدنیؒ جلد دوم صفحہ 259)

حضرت شیخ الہند کی تحریک درحقیقت دیوبند کی علمی واصلاحی تحریک کے مرحلۂ اقدام کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تحریک دیوبند تین بنیادی اصولوں پر مشتمل تھی: اول، تعلیمی وابلاغی تحریک کے ذریعے اصلاح معاشرہ۔ دوم، مروجہ نظام باطل کا مکمل بائیکاٹ اور مناسب موقع فراہم ہونے پر طاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد بالسیف۔ حضرت شیخ الہند کا اقدام منہج انقلاب نبوی ﷺ کی پیروی کی ایک عمدہ کوشش تھی جو کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکی تھی۔ تاہم یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد اس پالیسی کو دانستہ یا نادانستہ طور پر تبدیل کر دیا گیا اور "مروجہ سیاسی عمل" کے ذریعے آزادی ہند کی منزل حاصل کرنے کا راستہ اختیار کر لیا گیا۔ اس مصلحت پسندانہ پالیسی کا نتیجہ ہندوستان کی دینی قوتوں کے تقسیم در تقسیم ہونے اور نت نئی دینی جماعتوں وتحریکوں کے قیام کی صورت میں برآمد ہوا اور حتمی نتیجہ میں مسلمانان ہند کی قیادت علمائے دین و رجال دین کی بجائے روشن خیال سیکولر طبقے کے ہاتھوں میں چلی گئی، جس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ بعینہٖ یہی سٹریٹجی اس وقت افغانستان میں بھی اختیار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ وہاں نہ صرف اپنی من پسند حکومت قائم کی جاسکے بلکہ طالبان اور دیگر اسلام پسند گروہوں میں تقسیم وانتشار بھی پیدا کیا جاسکے۔ استعماری قوتوں کے عزائم اور تاریخ کے تناظر میں یہ بات بغیر کسی تردد کے کہی جاسکتی ہے کہ طالبان کا افغانستان کے نام نہاد سیاسی نظام میں شریک ہونا اُن کی اسلامی تحریک کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوگا۔ غالب امکان یہی ہے کہ ملا محمد عمر مجاہد کی زیر قیادت طالبان افغانستان میں قائم موجودہ نام نہاد جمہوری نظام کا حصہ نہیں بنیں گے اور تحریک طالبان کو خودکشی کے راستے پر ڈالنے کی مذموم کوششیں ان شاء اللہ ناکام ونامراد ثابت ہوں گی۔

اس وقت اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کی دینی قوتیں بھی "مروجہ مغربی جمہوری نظام" سے بیزاری وبراءت کا اُسی طرح سے اظہار کریں جیسا کہ طالبان افغانستان کرتے رہے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف طالبان افغانستان کا مؤقف مضبوط ہوگا بلکہ طالبان اور پاکستان کی دینی قوتوں کے مابین اتحاد واتفاق کی راہیں بھی ہموار ہوں گی۔ امریکیوں کا جلد یا بدیر افغانستان سے جانا ٹھہر چکا ہے۔ لہٰذا پاکستان کے دینی رہنماؤں کو یہ نوشتۂ دیوار پڑھ لینا چاہئے کہ امریکیوں کی واپسی کے بعد افغان طالبان کا پاکستان میں غیر معمولی اثر ورسوخ بڑھنا یقینی ہے۔ تو پھر کیوں نہ اپنے اُن بھائیوں کے ساتھ ابھی سے یک جہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُنہیں تقویت پہنچائی جائے اور اُنہیں تقسیم کرنے کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا جائے۔ اس وقت طالبان کو غیر معمولی تعاون وحوصلہ افزائی کیوں درکار ہے؟ اس لیے کہ

(1) اگرچہ امریکیوں نے افغانستان سے واپسی کا عندیہ دے دیا ہے، تاہم وہ جاتے جاتے طالبان کو ہر ممکن حربہ استعمال کرتے ہوئے کمزور سے کمزور تر کر دینا چاہتے ہیں۔

(2) امریکیوں نے واپسی کا عندیہ دے کر دراصل اُن تمام قوتوں کو جو طالبان و دیگر مجاہدین کی درپردہ مدد کر رہی ہیں، اس بات پر قائل وآمادہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اب وہ طالبان کی کمر توڑنے میں اُس کے ساتھ دل وجان سے شریک ہو جائیں، تاکہ سیاسی اسلام کے علمبردار مجاہدین دوبارہ فغانستان پر تسلط حاصل کرنے کے قابل نہ رہ سکیں۔

(3) پاکستان سمیت پوری دنیا میں ایک عمومی خیال یہ ہے کہ پاکستانی فوج تزویراتی گہرائی (strategic depth) کے اصول کے تحت مجاہدین کو اپنے لئے ایک اثاثہ سمجھتی ہے، لہٰذا وہ افغانستان اور کشمیر میں برسرپیکار مجاہد گروپوں میں سے اپنے من پسند گروہوں کو سپورٹ کرتی رہتی ہے۔ جنرل اشفاق پرویز کیانی کے حالیہ بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ اب اس پالیسی میں تبدیلی کا قوی امکان پیدا ہو چکا ہے۔ یقیناً امریکیوں کی مانند پاکستانی فوج کی روشن خیال قیادت بھی رجعت پسند طالبان کا دوبارہ برسر اقتدار آنا افورڈ نہیں کر سکتی ہے، لہٰذا طالبان اور القاعدہ کی اعلیٰ قیادت کو ٹھکانے لگانے میں امریکیوں کا مکمل ہمنوا وشریک کار بن جانا پاکستان کی سیاسی وملٹری قیادت سے کچھ زیادہ بعید نہیں۔ ملا عبدالغنی برادر اور دیگر طالبان رہنماؤں کی بڑھتی ہوئی گرفتاریاں اور ہلاکتیں اسی تبدیل شدہ پالیسی کا مظہر دکھائی دیتی ہیں۔

اگر واقعی ایسا ہو جاتا ہے تو طالبان کے لئے اللہ کے سہارے کے علاوہ دینی قوتوں کا سہارا ہی باقی رہ جائے گا۔ اگر پاکستان کی دینی قوتیں رخصت ومصلحت کی تمام چادریں اتار کر افغان طالبان کی حمایت میں نکل کھڑی ہوں تو طالبان کو کچلنے کے مذموم ارادوں و پالیسیوں کا کافی حد تک سد باب کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ نے اب تک یہ ثابت کیا ہے کہ بطور مصلحت اختیار کی جانے والی پالیسیوں نے دینی جماعتوں میں ہمیشہ تقسیم وانتشار ہی پیدا کیا ہے، جس سے فتح کی منزل کوسوں دور ہو جاتی ہے۔ کیا ہماری دینی سیاسی جماعتوں نے اپنی حالیہ مصلحت کوشی (یعنی پرویز مشرف کی سترھویں ترمیم کو تسلیم کرنے کے فیصلے) سے برآمد ہونے والے بھیانک نتائج سے بھی کچھ سبق حاصل نہیں کیا؟ اُن کی اس مصلحت کوشی نے نہ صرف اُن کی عوامی ساکھ کو مجروح کیا بلکہ مختلف تکفیری گروہوں کو بھی جنم دیا، جو آج ہمارے معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں۔ طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں دینی قوتوں کی کامیابی اور اُن کے مابین اتحاد و اتفاق صرف اور صرف عزیمت کے راستہ پر چلنے سے ہی ممکن ہے۔

دینی جماعتوں نے اگر اب بھی اپنے اختلافات کو پس پشت نہ ڈالا اور رخصت، مصلحت اور گروہی و مسلکی مفادات کے اصولوں پر قائم اپنی موجودہ پالیسیوں کو خیر باد نہ کہا، تو تاریخ اُنہیں کبھی معاف نہیں کرے گی اور اُن کا شمار مجاہدین کے کاز کو نقصان پہنچانے والوں میں ہی کیا جائے گا۔

اگر پاکستان کی دینی قوتیں اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی ہیں تو اُنہیں چاہئے کہ وہ جلد از جلد دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کو دوبارہ فعال کریں اور اسے مزید مؤثر وبامقصد بنائیں۔ اس کونسل کے ذریعے پاکستانی حکومت پر ہر ممکن دباؤ ڈالا جائے کہ وہ طالبان کو کچلنے کی بجائے نام نہاد امریکی جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کرے۔ اگر دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کو دوبارہ فعال کرنا ممکن نہ ہو تو طالبان کے ساتھ تعاون واظہار یک جہتی کے لئے ایک نیا اتحاد بھی تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف طالبان کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے متعلق پائے جانے والے تحفظات وخدشات کو دور کرنے کے لئے عملی اقدامات اٹھائیں۔ افغان طالبان اور پاکستان کی دینی قوتوں کے مابین مفاہمت، اتحاد اور مکالمہ وقت کی نہ صرف اشد ضرورت ہے بلکہ اس کا نتیجہ احیائے اسلام واحیائے خلافت کی صورت میں برآمد ہونے کا بھی پورا امکان موجود ہے۔

❁❁❁

پانی پانی کر گئی ...

ابوکلیم نبی محسن

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے (ظالم کے) حوالے کرتا ہے، اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پورے کرنے میں (مشغول) رہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت پوری کرنے میں (مشغول) رہتا ہے۔'' (متفق علیہ) یہاں حدیث کا تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ سوات اور وزیرستان کے لاکھوں لوگ بغیر کسی قصور کے اپنے گھروں کو چھوڑ کر مختلف کیمپوں اور کرائے کے گھروں میں انتہائی تکلیف دہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اپنوں ہی کے ہاتھوں انہیں یہ دن دیکھنے پڑے ہیں۔ وہ لوگ جو انتہائی کشادہ گھروں میں رہنے کے عادی تھے، دس دس افراد تک ایک ہی کمرے میں رہنے پر مجبور ہیں۔ سرد اور ہر قسم کی آلودگی سے پاک علاقوں سے تعلق رکھنے والے ان لوگوں کو کیمپوں اور دیگر جگہوں میں مختلف بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بیماروں میں اکثریت بچوں کی تھی، جو بے کسی کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ جب سے پاک فوج کے جوانوں نے ان علاقوں میں کارروائی شروع کی ہے، لاکھوں لوگ وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ان متاثرین کی اکثریت انتہائی غریب اور کم آمدنی والے افراد پر مشتمل تھی۔ انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو محفوظ مقامات تک پہنچانے کے لیے اپنے قیمتی زیورات کوڑیوں کے دام بیچ ڈالے۔ مویشی جوان لوگوں کا اصل اثاثہ ہوتے ہیں، مجبوری کی وجہ سے انہیں ہزاروں روپے کے مویشیوں کو صرف چند سو روپے میں بیچنا پڑا۔ کیونکہ اوپر سے ان پر آگ و بارود کی بارش ہو رہی تھی۔ اکثریت کا حال یہ تھا کہ اُن کے پاس کرائے کے لیے پیسے بھی نہیں تھے۔ جاتے ہوئے رہی سہی کسر ٹرانسپورٹ والوں نے پوری کی، سو روپے کی جگہ ہزار روپے طلب کرتے رہے۔ اس پر مستزاد جیٹ جہاز اور بھاری توپ خانہ کے گولے اُن پر برس رہے تھے۔ رہی سہی کسر ہیلی کاپٹرز شیلنگ کی صورت میں پوری کرتے رہے۔ سینکڑوں معصوم افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ ان لوگوں کو یوں نشانہ بنایا گیا گویا دنیا کے بدترین مجرم یہی لوگ ہیں۔ کچھ بے گناہ خاندان تو اس بمباری کی زد میں آ کر صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ ایک گھر پر جیٹ کا گولہ گرنے سے اس کی چھ خواتین پلک جھپکتے ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ ایک دوسرے خاندان کے چار افراد توپ کے گولے کی زد میں آ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ یہی قبائل جو پاکستان کے لیے بغیر تنخواہ دار فوج کی حیثیت رکھتے تھے اور ملک پر کٹ مرنے کے لیے تیار تھے، جو انتہائی دیندار، غیور اور جنگجو، اپنے ہی ملک میں مہاجر ہوگئے۔ ان کے بچے بوڑھے شہید کر دیئے گئے۔ سخت سردیوں کی یخ بستہ راتیں انہوں نے کھلے آسمان تلے بسر کیں۔

ہمارے ایمانی حقائق سے بے خبر رہنما درحقیقت یہ سب کچھ عالمی دہشت گرد امریکہ کے اشاروں پر کر رہے ہیں۔ یہ بات اب راز نہیں رہی کہ افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت سے خوف زدہ ہو کر امریکہ نے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا اور افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو "Nip the evil in the bud" کے مصداق جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ امریکی جانتے تھے کہ اگر یہ اسلامی حکومت مضبوط ہوگئی اور دنیا نے اسلامی نظام کے ثمرات، برکات اور عدل وانصاف دیکھ لیا جائے تو پوری دنیا اسلامی نظام سے متاثر اور اُس کی طرف مائل ہو جائے گی، اور اُن کے لیے اس نظام کا راستہ روکنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ اسلامی حکومت کے اس نوخیز پودے کو اُکھاڑنے کے لیے امریکہ نے اپنے دیگر صلیبی اور صیہونیوں کی مدد سے اسامہ کے بہانے افغانستان کو بارود کا ڈھیر بنا دیا۔ دنیا کے کاغذی منصف خاموش ہیں۔ وہ امریکہ سے یہ بھی نہیں پوچھ سکتے کہ اس نے بغیر کسی حقیقی جواز کے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ کیوں بجادی؟ اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیوں کر دیا۔ طالبان کے دور میں افغانستان دنیا کا پُرامن ملک تھا۔ پورے افغانستان میں ملا محمد عمر مجاہد کے ایک حکم پر افیون کی کاشت پر پابندی لگ گئی۔ اسلامی نظام کی برکات سامنے آنا شروع ہوگئی تھیں، یہاں تک کہ جسٹس جاوید اقبال جیسا دانشور بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر افغانستان کی طرح ایک اور ملک میں اسلامی نظام آ جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ اگرچہ طالبان پورے طور پر ابھی نظام شریعت قائم نہیں کر سکے تھے، تاہم انہوں نے دنیا کو اسلامی نظام کی ایک جھلک دکھادی تھی، جس کے لیے انسانیت بے قرار تھی۔ جس میں ظلم، ناانصافی کے تھپیڑے سہتی ہوئی انسانیت کے لیے کشش کا وافر سامان تھا۔ زمین پر ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ صیہونی اسے کیونکر برداشت کر سکتے تھے کہ 1924ء میں جس خلافت کا چراغ گل کر دیا گیا تھا اُس کا ضیاء ہو۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ہم مسلمان خُدا کو بھلا کر مادی دنیا کے اسیر ہوگئے۔ اسی لیے تو طالبان کے خلاف امریکہ کی مدد کی۔ آپؐ کی حدیث مبارکہ ہے ''جو کوئی ظالم کی مدد کرتا ہے اُس کو تقویت دینے کے لیے اور جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے، اس نے اسلام کی جڑیں کاٹ دیں۔'' (رواہ البیہقی) ہمارے اُس وقت کے کمانڈر صدر پرویز مشرف ایک ٹیلیفون پر امریکہ کے سامنے جھک گئے اور اس کے تمام مطالبات تسلیم کر لیے۔ غیرت وحمیت اور سب سے بڑھ کر ایمان جو انسان کو غیرت مند اور دلیر بناتا ہے کو چھوڑ کر امریکہ کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال دیا اور اس غلط فیصلے کی من مانی توجیہات کیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہم نے امارت اسلامی کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کر دیا، حالانکہ یہ نہ صرف اسلامی بلکہ بین الاقوامی قوانین کے بھی سراسر خلاف ہے۔ پرویز مشرف تو ایوانائے اقتدار سے رخصت ہوگئے مگر اُن کے معنوی فرزندوں کے ذریعے ہمارے سابقہ صدر کے کارناموں کا تسلسل اب تک جاری ہے۔ اب تو طالبان افغانستان کو شکست دینے کے لیے پاک فوج کو استعمال کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اور لگتا ہے کہ ہم اس پر آمادہ اور تیار دکھائی دیتے ہیں۔ ہمیں تو بس ڈالر درکار ہیں اور کیا چاہیے۔

پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا، نہ تن

ملک میں بدامنی وانتشار جیسے مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم امریکہ کی بجائے خدا کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالیں، ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں اور اپنے قبائلی بھائیوں کے خلاف فوجی آپریشن فی الفور روک کر اُن سے مذاکرات کا راستہ اپنائیں۔ پھر خدا کی رحمت ضرور ہمارے شامل حال ہوگی۔

❁❁❁

پاک امریکہ اسٹریٹیجک مذاکرات پر علامہ اقبال کا تبصرہ

اِک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا
اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا
لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا
غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے
اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا
آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا
مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی
حضرت! کسی نادان کو دیجیے گا یہ دھوکا!
اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا، پھر نہیں اُترا

مکڑے نے کہا: واہ! فریبی مجھے سمجھے
تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی، وگرنہ
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
اُڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے
ٹھیرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں برا کیا؟
اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں
باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی یہ کٹیا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا
مکھی نے کہا: خیر! یہ سب ٹھیک ہے لیکن
میں آپ کے گھر آؤں، یہ اُمید نہ رکھنا
اِن نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اُٹھ نہیں سکتا!

مکڑے نے کہا دل میں، سنی بات جو اس کی
پھانسوں اسے کس طرح یہ کمبخت ہے دانا
سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا
یہ سوچ کے مکھی سے کہا اُس نے بڑی بی!
اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا!
ہوتی ہے اُسے آپ کی صورت سے محبت
ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا
آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں
سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا
یہ حسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی!
پھر اس پہ قیامت ہے اُڑتے ہوئے گانا
مکھی نے سنی جب یہ خوشامد تو پسیجی
بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوئی کھٹکا
انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں بُرا میں
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
یہ بات کہی اور اُڑی اپنی جگہ سے
پاس آئی تو مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑا
بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اُڑایا

(ماخوذ از بانگ درا)

ایک ''دُکھی'' پاکستانی لیڈر کی بارسلونا یاترا

مرزا ندیم بیگ

پاکستانی قوم اس وقت بے شمار گردابوں میں گھری ہوئی ہے۔ نادان حکمرانوں کے غلط فیصلوں نے امریکی جنگ کو اپنی جنگ قرار دے کر جنت نظیر وطن عزیز کو جہنم بنا دیا ہے۔ ایک جانب امریکی ڈرون حملے آئے روز گھروں کے گھر اجاڑ رہے ہیں تو دوسری جانب دہشت گردی کا عفریت قریب ہر صبح میرے وطن کے بے گناہ اور معصوم باسیوں کو نگلے جا رہا ہے۔ ایک جانب حکومتی ایوانوں میں آئے روز پر تکلف ظہرانوں، عشائیوں اور دعوتوں میں حکومتی بیت المال کے ہزاروں یا لاکھوں نہیں کروڑوں روپے اڑ رہے ہیں تو دوسری جانب آٹے اور چینی کے حصول کے لئے چلچلاتی دھوپ میں لگی لمبی قطاروں میں کئی محنت کش نوجوان اور ادھیڑ عمر افراد جان کی بازی ہار جاتے ہیں اور کئی خواتین پورا پورا دن خود اور اپنے معصوم بچوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر شام کو سٹاک ختم ہونے کا اعلان سن کر اگلے روز امید لگا کر گھروں کو لوٹ جاتی ہیں۔ ظلم در ظلم پورا دن ان کی چادر اور حرمت کا کئی مرتبہ تقدس پامال ہوتا ہے۔ ایک طرف حکمرانوں کے کتوں، بلیوں اور گھوڑوں کے علاج اور معالجے اور ان کی بہتر نگہداشت پر روپیہ پانی کی طرح بہہ جاتا ہے تو دوسری جانب بنی آدم یعنی انسان دوا نہ ملنے پر اس جہان فانی کو داغ مفارقت دے جاتا ہے، یا کئی بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں۔ ان میں کئی گھروں کے واحد کفیل ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے کنبے کو بھی موت کی دہلیز پر کھڑا کر جاتے ہیں۔

معصوم پاکستانی عوام کے روشن مستقبل کے دعوے تو ہر روز کئے جاتے ہیں مگر حال لوڈشیڈنگ سے تاریک ہے اور اس تاریکی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس آسیب سے بچی کھچی صنعت کا پہیہ بھی رک گیا ہے۔ فیصل آباد میں ٹیکسٹائل، گجرات میں پنکھا سازی، گوجرانوالہ میں سینٹری اور واشنگ مشین، سیالکوٹ میں سپورٹس اور سرجیکل، قصور میں چمڑہ سازی غرض لاہور، کراچی، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ اور ہر بڑے اور چھوٹے شہر کی فیکٹریوں پر تالے اور ان فیکٹریوں کی چمنیوں سے دھواں نکلنا بند ہو گیا ہے۔ کاروباری مراکز میں ہو کا عالم ہے۔ مہنگائی کا جن بھی بوتل سے باہر آ گیا ہے اور عام آدمی کی قوت خرید سے تعیشیات تو دور کی بات، بنیادی ضروریات زندگی کا خریدنا بھی مشکل ترین ہو گیا ہے۔

دوسری جانب میرے وطن کے حکمرانوں اور سیاست دانوں کے اثاثے اور کاروبار مسلسل انڈے اور بچے دینے میں مصروف ہیں۔ لیڈروں کے کاروبار اور جائیدادوں کی وسعتیں چاروں اطراف میں ''جنگل کی آگ'' کی طرح پھیل رہی ہیں۔ وطن عزیز میں غریبوں کے معصوم بچے بغیر چھت کے سکولوں میں بھی تعلیم حاصل کرنے سے قاصر ہوتے جا رہے ہیں اور دوسری جانب میرے لیڈروں کے شہزادے امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ کے اعلیٰ اور انتہائی مہنگے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ پڑھے لکھے نوجوان ہاتھوں میں ڈگریاں اٹھائے بے روزگاری کے بے رحم تھپیڑوں کی زد میں ہیں۔ کوئی لخت جگر بیچنے پر مجبور ہے تو کوئی اپنی بیٹی کا سوداگر بن گیا ہے۔ کوئی گھر کا سربراہ بننے کی بجائے حالات کے ہاتھوں گھر والوں کے لیے جلاد بن گیا ہے۔ کوئی اپنی جوانی کو خود موت کی وادی میں اتار رہا ہے۔ غریب محنت کش کی جوان بیٹیاں جہیز کی لعنت کی وجہ سے بن بیاہی رہ جاتی ہیں اور میرے لیڈروں کے عزیزوں کے جنازوں، قل، چہلم اور برسیوں پر کروڑوں اڑا دیئے جاتے ہیں اور ''خانواں دے خان پروہنے'' کے مصداق یہ تقریبات بھی سوسائٹی کے وڈیروں کے لئے رہ گئیں ہیں۔ ان میں پہلے قرآن خوانی کے لیے بیٹھ کر غریب بھی شکم سیری کر لیا کرتا تھا مگر اب کہاں۔

صوبوں کی حالت زار دیکھیں کہ بلوچستان میں حکمرانوں کی غلطیوں سے سازشیں پل رہی ہیں۔ سرحد میں فوجی آپریشن جاری ہے۔ سندھ میں کبھی ٹارگٹ کلنگ، کبھی گینگ وار، کبھی لسانی فسادات اور کبھی دنگا فساد کی وبا پھیل جاتی ہے۔ پنجاب میں خودکش حملوں کے واقعات معمول بن گئے ہیں۔ مگر حکمران ہیں ذاتی اللے تللوں، اقتدار کی چھینا جھپٹی اور ذاتی مفادات کے لیے مصروف عمل ہیں۔

لیڈروں کے چہروں کو دیکھیں، گال انگاروں کی طرح چمک رہے ہیں، آنکھیں خوشی سے دمک رہی ہیں، جسم ہیں کہ پھول ہی نہیں، روز بروز پھیل بھی رہے ہیں، چہرے مسکراہٹوں کے گلدستے بنے ہوئے ہیں۔ قوم کا تن بدن بے لباس ہونے کو ہے اور میرے وطن کے لیڈر صبح سے شام تک کئی قبائیں بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ قوم پینے کے پانی کی بوند بوند کو ترس رہی ہے اور لیڈروں کے محلات کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے لئے نت نئے فوارے صبح سے شام تک اپنے دلفریب نظارے دکھا رہے ہیں۔ غریب عوام کے زندگی کی بھاری سے بھاری بوجھ بنتی جا رہی ہے اور لیڈروں کی زندگیاں دنیا ہی میں جنت کی مانند گزر رہی ہے۔ آئے روز بم دھماکے غریبوں کے بدنوں کے چیتھڑے اڑا رہے ہیں اور حکومتی ایوان میلوں دور سے حصاروں اور فصیلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ سیکورٹی فورسز عوام کو بے یار و مددگار چھوڑ کر لیڈروں یعنی ''ظل سبحانوں'' کی ہٹو بچو میں لگی ہوئی ہے۔ پانی اور بجلی نہیں۔ صنعتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ علاج اور معالجے کی سہولتیں نہیں۔ گیس بھی ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ ماحول کی پراگندگی بے مثال ہے۔ داخلی صورتحال انتہائی مخدوش ہے مگر اس کے باوجود وزیر بجلی اور پانی، وزیر صنعت، وزیر صحت، وزیر گیس، وزیر ماحولیات اور وزیر داخلہ جیسے بہروپیے موجود ہیں۔

وطن عزیز کے لیڈروں کی مانند ابھی دو روز پہلے ایک ''دکھی سیاستدان'' اور لیڈر شیخ رشید احمد اپنی انتخابی سیاست میں ناکامی اور اس سے بڑھ کر انتخابی مہم کے

دوران اپنے اوپر ہونے والے قاتلانہ حملے میں ہلاک ہو جانے والے ''تین جاں نثاروں'' اور ''دو زخمی جاں نثاروں'' کے غم کو بھلانے کے لیے یورپ آئے اور سپین کو بھی اپنی ''زیارت کا شرف'' بخشا۔ موصوف بارسلونا میں غالباً پانچ روز رہے اور کسی موقع پر بھی وہ غمزدہ نظر نہیں نظر آئے۔ ہاں جب وہ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا کسی عوامی اجتماع میں خطابت کے جوہر دکھا رہے ہوتے تو انہیں اپنے اوپر ہونے والا قاتلانہ حملہ اور اپنے ہلاک ہو جانے والے ساتھی بھی یاد آجاتے، ورنہ خودساختہ عوامی لیڈر خوشی خوشی بارسلونا کی گلیوں، بازاروں اور شاپنگ مالز کے اندر گھومتے پھرتے ہی دیکھے گئے یا لوگوں سے واہ واہ کرواتے، ظہرانے اور عشائیے اڑاتے ہی نظر آئے یا ہوٹل کی لابی میں دوستوں اور مداحوں کے درمیان بیٹھ کر مہنگے سگاروں کے کش لگاتے پائے گئے یا اپنی انتخابی ناکامی کا ذمہ دار پاکستانی چینلز اور ان کے اینکرز کو قرار دیتے سنے گئے۔

کیا ہی بہتر ہوتا کہ شیخ صاحب اپنے مرحوم ساتھیوں کی مغفرت اور اپنے زخمی ساتھیوں کی صحت کی دعا کے لیے خانہ خدا کا رخ کرتے، میرا گمان تھا کہ موصوف شاید براستہ یورپ سعودی عرب جائیں، مگر میرا یہ گمان، گمان ہی رہا، جب پتہ چلا کہ وہ تو پی آئی اے کی ڈائریکٹ فلائٹ پر پاکستان چلے گئے ہیں۔ مگر ہاں یاد آیا کہ ہمارے لیڈر سرکاری خرچ پر عمرے اور حج بھی ''شکرانے'' کے لئے یا ''دکھاوے'' کے لئے کرتے ہیں۔ اس میں بھی وہ اپنے جاں نثاروں اور چاہنے والوں کو کیونکر یاد رکھیں، ہاں شیخ صاحب کو راولپنڈی کے عوام ایوان اقتدار میں پہنچا دیتے تو وہ لازماً سعودی عرب جاتے۔ ہمارے لیڈروں کی اللہ سے بھی تعلق خوشی میں ہے، غمی میں کون اسے یاد کرے، غم تو دنیا کی رنگینیاں دور کرتا ہے۔ شاید اسی لئے شیخ رشید احمد یورپ کی ''یوتر'' یاترا پر نکلے تھے۔

✿✿✿

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

قارئین کی جانب سے

جرائد ندائے خلافت، میثاق اور حکمت قرآن تاخیر سے موصول ہونے کی شکایت پر ادارہ کی طرف سے

ڈائریکٹر جنرل پاکستان پوسٹ کے نام خط

جس میں مسئلہ کے حل کی جانب توجہ مبذول کروائی گئی

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ ۔ کے ' ماڈل ٹاؤن ' لاہور ۵۴۷۰۰ ' پاکستان
۵۸۶۹۵۰۱ ۔ ۳ ' فیکس : ۵۸۳۴۰۰۰

MARKAZI ANJUMAN
KHUDDAM-UL-QURAN LAHORE
36-K, MODEL TOWN, LAHORE-54700, PAKISTAN
5869501-3, FAX: 5834000

AHS/ADM/167
25مارچ2010ء

بخدمت جناب ڈائریکٹر جنرل پاکستان پوسٹ، اسلام آباد
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی! اللہ کرے آپ کو میرا یہ خط آپ کی صحت وتندرسی اور ایمان کی بہترین کیفیت میں ملے (آمین)

محترم! ڈاک خانہ اور عوام کا چولی دامن کا ساتھ صدیوں پرانا ہے۔ لوگوں کے خطوط اور رقوم پہنچانے والے یعنی ڈاکیے کو بڑی عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، بلکہ ڈاکیے کو اپنے گھر کا ہی ایک فرد تصور کیا جاتا تھا۔ ڈاکیہ نہ صرف خطوط ورقوم کا محافظ خیال کیا جاتا تھا بلکہ ہر گھر کی پوشیدہ اور ذاتی باتوں کا بھی پاسدار تصور کیا جاتا تھا۔ گھرانے کے کسی نہ کسی فرد کو کسی نہ کسی حوالے سے ہر روز ڈاکیہ کا انتظار رہتا تھا۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں جہاں دوسری معاشرتی اور اخلاقی اقدار انحطاط پذیر ہوئیں، وہیں پیار واحترام کے رشتے بھی اس نفسانفسی کے دور میں کمزور سے کمزور تر پڑتے گئے۔

محترم! ہمارا ادارہ انجمن خدام القرآن لاہور ایک دینی ادارہ ودرس گاہ ہے جو پچھلے 37 سال سے قرآن کی تعلیمات عوام الناس تک پہنچانے میں سرگرم عمل ہے اور اسی پیہم کوشش کے سلسلے میں ہمارا ادارہ تین مختلف جرائد ہفت روزہ ''ندائے خلافت''، ماہنامہ ''میثاق'' اور سہ ماہی ''حکمت قرآن'' کی اشاعت کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ الحمدللہ، ہمارے جرائد کے قارئین ملک کے طول وعرض کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں اور انہیں ان جرائد کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ ہم انہیں یہ جرائد بذریعہ ڈاک بھیجنے کا بڑی تن دہی سے اہتمام کرتے ہیں۔

جناب عالی! ہمارے بیشتر قارئین کو اکثر یہ شکایت رہتی ہے کہ انہیں مذکورہ جرائد یا تو ملتے ہی نہیں یا بہت تاخیر کے ساتھ موصول ہوتے ہیں۔ نتیجتاً ہمیں اپنے بیشتر قارئین کو یہ جرائد کئی کئی دفعہ ارسال کرنے پڑتے ہیں جس سے ہمارا ڈاک خرچہ بھی بڑھ جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر لوگوں کو انتظار وکوفت کی بھٹی میں سے گزرنا پڑتا ہے جس کا مداوا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے قارئین نے اپنے اپنے علاقہ کے ڈاک خانوں سے بے شمار دفعہ رابطہ کر کے اپنی مشکلات سے انہیں آگاہ کیا لیکن ان کی یہ کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور بہتری کی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکی۔

اس صورت حال میں آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگر آپ تمام ڈاک خانہ جات کو یہ ہدایات جاری کر دیں کہ وہ ہمارے جرائد کی ترسیل میں کسی کوتاہی یا غفلت کے مظاہرہ نہ کیا کریں، تاکہ قرآن وسنت کا پیغام عوام الناس تک بروقت پہنچ جائے تو ہم آپ کے اس تعاون اور کار خیر کے بے حد ممنون ہوں گے۔

اللہ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے' آمین

(احسن الزمان صدیقی)
منتظم عمومی

طالبان اور اسامہ بن لادن کے خلاف جھوٹے دعوے

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد نعیم

27 دسمبر 2001ء کو الجزیرہ پر ایک دوسری ویڈیو ٹیپ کے ذریعے ایک "زرد رُو" اور بہت ہی "حقیقی" اسامہ (جیسا کہ تصویر C میں ہے) دکھایا گیا۔ اس ٹیپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ 19 نومبر 2001ء کو بنائی گئی۔ یعنی 'Lucky find'' ٹیپ کے بنانے سے دس دن بعد۔ اگر فی الواقع ایسا ہے تو کیا اس بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ صرف دس دنوں کے اندر اسامہ کا وزن اتنا گھٹ گیا اور اس کے چہرے، بالوں اور داڑھی کی رنگت اتنی بدل گئی؟ اس ٹیپ کے نشر ہونے سے امریکہ کے جھوٹ کی قلعی کھل گئی۔ بُش انتظامیہ نے اس ٹیپ کو ایک "ناکام پروپیگنڈا" کا نام دیا۔ وہائٹ ہاؤس کے ایک اہلکار نے کہا کہ ممکن ہے، اسامہ بن لادن نے یہ ٹیپ بنا کر ہدایت کی ہو کہ اسے اس کی موت کے واقع ہونے کی صورت میں جاری کیا جائے۔ یہ ان تجزیہ نگاروں کا خیال تھا جو سمجھتے تھے کہ اسامہ مر چکا ہے اور امریکی حکومت ایک مرے ہوئے حریف کا پیچھا جاری رکھنا چاہتی ہے۔

الجزیرہ پر نشر ہونے والی اس ٹیپ نے ایک ہلچل پیدا کر دی۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے پہلی ویڈیو کی تردید ہو گئی، جس میں اقرار جرم کیا گیا تھا۔ ٹیلی گراف کے ٹوبے ہامدن (Toby Hamden) کے مطابق "امریکی اہلکار یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اسامہ کا دہشت گردی کے لیے یہ جواز بے جا ہے جو وہ بار بار امریکہ کے اسرائیل کی مدد کرنے کے حوالے سے پیش کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسامہ نے "ڈنر پارٹی" ٹیپ میں نجی گفتگو کے دوران مشرقِ وسطیٰ کا بالکل کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا"۔ یہ ایک بے جوڑ سی بات ہے، کیونکہ اسامہ کے 28 ستمبر والے بیان میں جس میں اس نے نائن الیون کے واقعہ میں ملوث ہونے سے صاف انکار کیا ہے، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اسرائیل کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اسامہ بن لادن کہتے ہیں:

"یہ (امریکی) نظام کلی طور پر امریکی یہودیوں کے ہاتھ میں ہے، جن کی ترجیح اول امریکہ نہیں بلکہ اسرائیل ہے۔ یہ واضح ہے کہ امریکی عوام خود یہودیوں کے غلام ہیں اور اس پر مجبور کیے گئے ہیں کہ وہ یہودیوں کے بنائے ہوئے اصولوں اور قوانین کے مطابق زندگی گزاریں، اس لئے سزا اسرائیل ہی کو کو ملنی چاہیے۔ درحقیقت یہ اسرائیل ہی ہے جو معصوم مسلمانوں کے خون سے کھیلتا رہتا ہے اور امریکہ ایک لفظ بھی (اس کے خلاف) منہ پر نہیں لاتا"۔

مزید برآں یہ عیاں ہے کہ اسامہ 1998ء ہی سے اسرائیل کے پیدا کردہ مسائل کے حوالہ سے اپنے نظریات پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ وہ ہمیشہ سے یہ کہتے رہے ہیں کہ

"ہم امریکی عوام اور امریکی ماؤں سے کہتے ہیں کہ اگر انھیں اپنی زندگیاں اور اپنے بچوں کی زندگیاں عزیز ہیں تو انہیں چاہیے کہ ایسی محبِ وطن امریکی حکومت منتخب کریں، جو ان کے مفادات کا خیال رکھے نہ کہ یہودیوں کے مفادات اور مقاصد کے تابع ہو"

اصل اسامہ اور "Lucky find" ٹیپ پر دکھائے ہوئے اسامہ میں نہ صرف یہ کہ نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے، بلکہ وہ مختلف ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور اصل اور دکھائے ہوئے نقلی اسامہ کے اپنے عقیدے، سیاسی نقطۂ ہائے نظر اور تحریکی سطح میں بھی کافی فرق معلوم ہوتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس معاملے میں کتنے فریب اور جھوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ 'Lucky find' ٹیپ کو واضح طور پر مشکوک بنا دینے کی ایک معقول وجہ ہے۔ اس آڈیو ٹیپ میں بہت زیادہ شور ہے، جس سے اس کا واضح طور پر سننا ناممکن ہو جاتا ہے کہ ٹیپ میں کیا کہا جا رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ٹیپ شور سے خالی ہوتی، مگر ایسا نہیں، بلکہ تقریر زبردست شور کے ہنگامے میں دبی ہوئی ہے۔

13 دسمبر 2001ء کو امریکہ نے جو ٹیپ جاری کی، اُس کے ضمن میں کافی وجوہات موجود ہیں کہ یہ ٹیپ وہ نہیں جیسا کہ امریکہ دعویٰ کرتا ہے۔ اسامہ سے منسوب بیان کا ترجمہ بتاتا ہے کہ ہائی جیکرز اس سے بے خبر تھے کہ وہ موت سے دوچار ہونے والے ہیں، جبکہ FBI کے دعوے کے مطابق ہائی جیکروں کے لکھے ہوئے خطوط میں، جو ایف بی آئی کے ہاتھ لگے، اس کے بالکل متضاد بات کہی گئی ہے۔ یہاں تک کہ کٹر سیکولر پاکستانی بھی اسامہ کی 'Lucky find' ٹیپ کو ماننے کو تیار نہ تھے۔ اقبال حیدر جو سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت میں سینیٹر تھے، کہتے ہیں کہ میں یہ ماننے پر تیار نہیں ہوں کہ اسامہ جو نائن الیون میں ملوث ہونے کا سرعام انکار کر چکے ہیں، وہ کسی کو اجازت دیں گے کہ اس کا اقرار کرتے ہوئے ویڈیو فلم بنائی جائے۔ اتنا بے وقوف کوئی نہیں ہو سکتا کہ اتنے خفیہ طریقے سے ایک کام کر کے اُس کا از خود اقرار کر کے الزام اپنے سر لے لے۔ اقبال حیدر کہتا ہے: "میں اسامہ اور طالبان سے نفرت کرتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان پہنچا، لیکن یہ ماننا بہت مشکل ہے کہ اسامہ اس حد تک بے وقوف ہوگا"۔

ایسا بھی ہوا کہ وہ لوگ جو 13 دسمبر 2001ء والی ویڈیو ٹیپ کو صحیح (اصلی) سمجھتے تھے، جب اس قسم کے ٹیپوں کا مہاتی لحات میں لگاتار آنا شروع ہوا، تو وہ بھی شک کرنے لگے۔ اسامہ کی ایک آڈیو ٹیپ نائن الیون کی پہلی برسی کے موقع سے صرف دو دن پہلے منظر عام پر آئی۔ عراق کے سلسلہ میں امریکی انتظامیہ کا ایک دعویٰ تھا کہ صدام حسین اور القاعدہ کے درمیان رابطے قائم ہیں۔ چنانچہ یو این او کے نام بُش کی ابتدائی اپیلوں اور کانگریس میں اسی طرح کی لابنگ سے چند ہی دن پہلے ایک آڈیو ٹیپ جاری کی گئی جسے اسامہ سے منسوب کیا گیا، تاکہ امریکی حکومت کے دعویٰ (صدام حسین اور القاعدہ کے روابط) کو تقویت دی جاسکے۔ یہ ٹیپ فروری 2003ء میں جاری کی گئی، جب امریکہ عراق کے خلاف اقوام متحدہ کی دوسری قرارداد کے لیے لابنگ کر رہا تھا۔ یہ جنگ سے ایک مہینہ پہلے کے واقعات تھے۔ اسی سال بعد میں ایک اور ٹیپ نکل آئی، جب بُش عراق کی تعمیرِ نو کے لیے ایشیائی ممالک سے مالی امداد کی حصول کے لیے

کوشاں تھا۔ یہ ٹیپ بھی میڈرڈ میں ڈونرز کانفرنس شروع ہونے سے ایک ہفتہ قبل منظر عام پر آئی۔ اسی طرح ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے 2004ء کے الیکشن سے صرف تین دن پہلے ایک ٹیپ جاری کی گئی۔ مزید یہ کہ 19 جنوری 2005ء کو ایک اور ٹیپ جاری کی گئی جس میں ایسا مواد تھا جو بش کے دعویٰ کی توثیق کرتا تھا۔ ٹیپ کی اجراء سے چند گھنٹوں بعد سی آئی اے کے اہلکاروں نے اعلان کیا کہ یہ ایک ''اصل پیغام'' ہے جو اسامہ بن لادن کی طرف سے آیا ہے۔ بی بی سی سمیت بعض تجزیہ نگاروں نے فوری طور پر اس ٹیپ اور اس میں موجود مواد کی تصدیق کردی۔ وہائٹ ہاوس معاملہ کو آہنی ہاتھوں سے نمٹانے کے جواز کے لیے اسی ٹیپ کے حوالے سے اپنے بیرونی حلیفوں کو راضی کرنے کی کوشش کرے گا۔ گو ایسا کرتے ہوئے عام شہری بھی مار دیئے جائیں، جیسا کہ پاکستان پر فضائی حملوں میں ایسا ہوا۔

پروفیسر بروس لارنس نے اپنی تازہ تصنیف "Messages to the World" کے لیے القاعدہ سربراہ کی 20 مکمل تقاریر اور انٹرویوز کا تجزیہ کیا ہے۔ لارنس کا کہنا ہے کہ ''یہ تو قبر سے آواز'' جیسی کہانی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ پاکستان میں غلط مخبری کے نتیجے میں حملہ سے عام شہریوں کی اموات واقع ہوئیں۔ پاکستانی اہلکاروں نے اپنی غلطی پر سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے ٹیپ کو سامنے لانے کی تدبیر کی۔ پاکستانی حکام درپردہ سی آئی اے کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الجزیرہ بھی اب مانتا ہے کہ یہ گمراہ کن ٹیپ سی آئی اے نے تیار کر کے جاری کروائی تھی۔

آیئے، تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ 13 دسمبر 2001ء والی ٹیپ اصلی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ دُنیا کے سامنے ایسی کوئی شہادت پیش کرنے سے دو مہینے پہلے ہی افغانستان پر جنگ مسلط کردی گئی تھی۔ اس قسم کی شہادت کا طالبان یا ان کی حکومت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ ٹیپ حملہ کی منصوبہ بندی میں طالبان یا ان کی طرف سے کسی قسم کی مدد یا تعاون کے متعلق کوئی تذکرہ ہی نہیں کرتی۔

اگر 13 دسمبر 2001ء والی ٹیپ اصلی بھی ہو تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اسامہ ان حملوں کا ماسٹر مائنڈ تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسے ان واقعات کا پہلے سے کچھ کچھ علم تھا، لیکن اس سے کسی بھی صورت میں اسے نائن الیون سانحے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ٹیپ سے اگر کسی بات کا پتہ چلتا ہے وہ صرف اس حد تک ہے کہ اسامہ کہتا ہے کہ اسے ہونے والے حملہ کے متعلق 5 دن پہلے بتایا گیا تھا۔

اگرچہ اسامہ نے وسط اگست 2001ء میں ایک انٹرویو کے دوران مصنف ہذا (عابد اللہ جان) کو بتایا تھا کہ ہم کچھ کر گزرنے والے ہیں۔ چنانچہ نائن الیون کے ظہور پذیر ہونے کے بعد میرا (مصنف) ردعمل یہ تھا کہ اسامہ اس حملہ کو صحیح تصور کرتا ہے، لیکن اس میں اس کا ہاتھ نہیں۔ اسامہ کی اس اطلاع کا ذریعہ وہ عرب تھے جو حقیقت کو سمجھتے ہوئے یا بے سمجھی میں ان امریکی حکام کے ساتھ کام کر رہے تھے جو نائن الیون آپریشن میں ملوث تھے۔ اسامہ کو یہ بات اس لیے بتائی گئی کہ منہ پھٹ اسامہ کو اس کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ حملوں کے متعلق برملا کچھ کہہ گزرے، تاکہ جب نائن الیون کا واقعہ ظہور پذیر ہوجائے تو پھر اس میں اسامہ کو ملوث کرنا کوئی بڑا مسئلہ نہ رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسامہ کو پھنسانے کے لیے جال پھیلانے کی تدبیر ایک مدت سے کی جارہی تھی۔ ایمن الظواہری کے مطابق اسامہ نے وہی بیان کہ ''ہم کچھ کرنے والے ہیں'' ایک سیکنڈے نیوین صحافی کو بھی دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر طالبان نے انٹرویو لینے والوں پر اپنے ساتھ کیمرے اور ریکارڈنگ سے متعلقہ آلات لے جانے پر یک گونہ پابندی لگادی۔ ظاہر ہے، اس قسم کے بیانات طالبان کے لیے ایسے وقت میں مسائل کا باعث تھے، جبکہ وہ اپنے آپ کو بین الاقوامی طور پر منوانے کی کوشش کر رہے تھے۔

سازشی جال پھیلانے کے مفروضہ کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ کچھ عرصہ پہلے 1999ء کے دوران یو ایس نیشنل انٹیلی جنس کونسل کی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اس بات کا امکان ہے کہ القاعدہ کے خودکش بمبار بارود سے بھرے ہوئے جہاز پینٹاگون، سی آئی اے ہیڈکوارٹر یا وہائٹ ہاؤس سے ٹکرادیں۔ مزید براں کم از کم گیارہ ممالک ایسے تھے جنہوں نے نائن الیون حملوں کے متعلق امریکہ کو پیشگی خبردار کیا تھا۔ اگست 2001ء میں موساد کے دو مشاق اور ماہر کارکن اس غرض سے واشنگٹن بھیج دیئے گئے تھے کہ وہ سی آئی اے اور ایف بی آئی کو 200 دہشت گردوں کی ایک خفیہ ٹولی کے متعلق آگاہ کریں جو ایک بڑے آپریشن کی تیاری میں مصروف ہیں۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ ادارے عدم استعداد کے شکار نہیں تھے۔ یہ تو ایک سازشی چال کے لیے چرچا کرنا تھا، تاکہ مجوزہ خود کردہ حملوں کی ذمہ داری اسامہ اور اس کے ساتھیوں پر اس طرح ڈالی جاسکے کہ لوگ پہلے سے ان تدابیر کی بنیاد پر پورا پورا یقین کرلیں کہ ہاں یہ سب کچھ اسامہ ہی نے کیا ہے۔ یو ایس انٹیلی جنس سروس کے جن ذمہ داروں کو باہر سے اطلاعات اور وارننگز ملی تھیں، یہ انہی کا کام ہے کہ انھوں نے ممکنہ حملوں کے متعلق اطلاع دے کر منصوبہ کے مطابق ہونے والے حملوں کے لیے ذہنوں کو ان خطوط پر تیار کرایا کہ ان حملوں کے لیے اسامہ اور اس کے ساتھیوں ہی کو ذمہ دار گردانا جائے۔

اب ان باتوں کے ثبوت کے لیے یہ کافی ہے کہ امریکی حکومت نے پہلے تو ''عدم استعداد'' کے پردہ کے پیچھے اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کی، اور دوم یہ کہ اس نے نہ صرف یہ کہ نائن الیون کے وقوع سے پہلے حملوں کی تدارک کے لیے کوئی سرگرمی دکھائی اور نہ ہی اس دوران جب نائن الیون کے واقعات ہو رہے تھے۔

ڈاکٹر ایمن الظواہری کے اسامہ کے بیانات کے متعلق کچھ کہنا یا خبردار ہونا (اگر ''Lucky find'' ٹیپ کو سچ مانا جائے) اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اگر اسامہ کو ممکنہ حملوں کے متعلق کچھ علم تھا تو صرف یہ تھا کہ ان کو چند دن یا ہفتے پہلے اس کے متعلق محض اطلاع ملی تھی ورنہ اسامہ اور طالبان میں سے کوئی بھی ان حملوں کا بنیادی کردار نہیں تھا۔ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ طالبان اور ان کے عرب مہمانوں کے درمیان تعلقات اتنے گہرے اور دوستانہ نہیں رہے تھے، جتنا کہ مغربی میڈیا نے اس کو اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ طالبان نے تو اسامہ اور اس کے ساتھیوں سے خبر رسانی کا کل سامان ہی ضبط کرلیا تھا، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اس کی مزید توثیق ملا عمر کے اس بیان سے ہی ہوجاتی ہے، جسے 9 دسمبر 2001ء کو خبر رساں ایجنسی رائٹر نے رپورٹ کیا تھا۔ ملا عمر نے کہا:

> ''ہم نے امریکہ کو بتایا ہے کہ ہم نے اسامہ سے (رابطے کے) تمام ذرائع لے لئے ہیں اور وہ بیرونی دُنیا کے ساتھ رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔ ہم نے امریکہ کو یہ بھی بتایا ہے کہ نہ تو افغانستان کی اسلامی امارت اور نہ ہی اسامہ امریکہ کے واقعات میں ملوث ہیں۔ لیکن یہ افسوس ناک امر ہے کہ امریکہ ہماری بات پر کان ہی نہیں دھرتا''۔

(Speach by Taliban Leader Mullah Muhammad Umer Reuter, Sept,19 , 2001)

ڈاکٹر ایمن الظواہری کے بیانات سے اس بات کی بھی توثیق ہوجاتی ہے کہ وہ طالبان کے رویہ سے مطمئن نہیں تھے۔ الظواہری نے نائن الیون سے چند ہفتے

(باقی صفحہ 18 پر)

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر محترم حافظ عاکف سعید کا حلقہ سرگودھا ڈویژن کا تنظیمی دورہ

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب 26 فروری بروز جمعۃ المبارک تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سرگودھا تشریف لائے۔ ناظمِ اعلیٰ اظہر بختیار خلجی، ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم اعلیٰ خلیل الرحمٰن اُن کے ہمراہ تھے۔ یہاں ایک مسجد میں انہوں نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ ماہِ ربیع الاوّل کی مناسبت سے اُن کا موضوع ''نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی'' تھا۔ حاضرین کی تعداد 500 کے قریب تھی۔ نماز جمعہ کے بعد امیر محترم نے رفقاء کے ساتھ کھانا کھایا۔ سہ پہر 4 بجے سے نماز مغرب تک اُن کی رفقاء کے ساتھ خصوصی ملاقات اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز مغرب اُن سے مجلسِ ختم نبوت کے سیکرٹری جناب عزیز رحمان ثانی اور مولانا نور محمد نے ملاقات کی۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد انہوں نے سورۃ التغابن پر ایمان افروز درس دیا۔ درس میں مبتدی تربیتی کورس کے رفقاء نے بھی حصہ لیا۔ شرکاء کی مجموعی حاضری تقریباً 60 تھی۔ بعد ازاں آپ کی مقامی تنظیم کے امراء سے خصوصی نشست ہوئی۔ تقریباً نو بجے امیر تنظیم اسلامی اسلام آباد روانہ ہو گئے۔ (مرتب: غلام رسول)

تنظیم اسلامی شاہ فیصل ملیر کے زیر اہتمام تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی شاہ فیصل ملیر کے زیر اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع (بصورت شب بیداری) 13 فروری رات ساڑھے نو بجے شروع ہوا اور اگلی صبح نو بجے تک جاری رہا۔ اس ماہ میزبانی کے فرائض اسرہ قرآن مرکز اور شاہ فیصل کالونی نے ادا کیے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز ساڑھے نو بجے اسرہ شاہ فیصل کالونی کے رفیق جناب غلام مصطفیٰ بٹ نے کتابچہ عزمِ تنظیم کے مذاکرے سے کیا، جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ تھا۔ اس کے بعد اسرہ قرآن مرکز کے رفیق عابد چوہان نے سیرت النبیؐ پر مختصر بیان کیا۔ نوجوان مبتدی رفیق فیضان احمد نے سیرتِ صحابہؓ کے عنوان کے تحت حضرت عبداللہ ابنِ مکتوم رضی اللہ عنہ کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی۔ رات کی یہ نشست گیارہ بج کر دس منٹ پر برخاست ہوئی۔ اس کے بعد رفقاء کو سونے کے آداب کی یاد دہانی کروا کر سونے کا وقفہ دیا گیا۔ رفقاء کو تہجد کے لئے چار بجے بیدار کیا گیا۔ نمازِ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد بھائی محمد حسین نے تزکیۂ نفس کے عنوان کے تحت بدنظری پر تذکیری بیان کیا، جو سوا پانچ بجے تک جاری رہا۔ نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد دوبارہ پروگرام کا آغاز چھ بج کر پچاس منٹ پر ہوا۔ غلام مصطفیٰ بٹ نے سورۃ المومن کے پانچویں رکوع کا درس دیا، جس کا دورانیہ چالیس منٹ تھا۔ ڈاکٹر سعد اللہ نے احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں امیر و مامورین کے باہمی تعلق پر گفتگو کی۔ اس کے بعد رفقاء واحباب کو ناشتہ پیش کیا گیا۔ ناشتے کے بعد امیر تنظیم اسلامی شاہ فیصل / ملیر نے اختتامی گفتگو کی اور اہم پروگراموں کے اعلانات کیے۔ انہوں نے چند ضروری امور کی طرف توجہ مبذول کروائی۔

آخر میں بیمار رفقاء کے لئے دعائے صحت اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اس اجتماع میں 33 رفقاء اور 2 احباب نے شرکت کی۔

حلقہ سرحد شمالی کے تحت مبتدی رفقاء کے لیے تعارفی اجتماع

حلقہ سرحد شمالی میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے لیے 21 فروری بروز اتوار ایک تعارفی اجتماع رکھا گیا تھا، جس میں بیس رفقاء کے علاوہ پندرہ ایسے احباب نے بھی شرکت کی، جو کافی حد تک ہم خیال تھے۔ موضوعات کو بہت جامع اور مؤثر انداز میں پیش کیا گیا، جسے سب شرکاء نے بہت پسند کیا۔ انہوں نے اپنے تاثرات کے دوران بتایا کہ اس قسم کے پروگرام بار بار ہونے چاہئیں۔ موضوعات میں بانی محترم، امیر محترم اور تنظیم اسلامی کا تعارف امیر حلقہ نے پیش کیا۔ دینی فرائض کا جامع تصور اور جماعت و بیعت کی اہمیت ممتاز بخت نے بیان کی۔ ''تنظیمی ڈھانچہ'' اور ''ایک رفیق کی دینی ذمہ داریاں'' کے موضوعات بالترتیب امیر حلقہ اور حلقہ کے ناظم تربیت نے پیش کیے۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ پروگرام کے دوران چائے کا وقفہ بھی کیا گیا، جس میں شرکاء نے اپنا تعارف کرایا۔ چونکہ پروگرام میں احباب بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے، لہٰذا تفصیلی تعارف کے ذریعے اُن کے تاثرات بھی معلوم کیے گئے۔ پروگرام میں حلقہ کے تحت کچھ تنظیم کے امراء اور نقباء نے بھی شرکت کی۔ اس طرح شرکاء کی مجموعی تعداد 15 تھی۔ یہ پروگرام ساڑھے نو بجے صبح شروع ہوا تھا اور ساڑھے بارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ کھانے کے بعد شرکاء کو مبتدی نصاب پر مشتمل کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔

(مرتب: احسان الودود)

قرآن اکیڈمی سعید کالونی میں سہ ماہی تربیتی پروگرام

21 فروری 2010ء حلقہ فیصل آباد کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی سعید کالونی فیصل آباد میں سہ ماہی تربیتی پروگرام کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز صبح ساڑھے آٹھ بجے تلاوت قرآن حکیم سے ہوا، جس کی سعادت مقامی ناظم تربیت نے حاصل کی۔ امیر حلقہ محمد رشید عمر نے افتتاحی کلمات کہے۔ اُن کے بعد شیخ سلیم نے ایفائے عہد کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہم نے ایک عہد اپنے رب سے عہد الست کے نام سے کیا ہوا ہے۔ اسی طرح ہم نے اس دنیا میں اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے اپنا مال اور اپنی جان کھپانے کے لیے امیر تنظیم سے عہد کیا ہوا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنا محاسبہ کریں اور اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم اپنے یہ عہد کس حد تک پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد شیخ سلیم ہی نے اپنے منفرد اور خوبصورت انداز میں کلام اقبال پیش کیا۔ ''امیر و مامور کے فرائض'' کے عنوان پر خصوصی گفتگو محترم ڈاکٹر عبدالسمیع نے کی۔ انہوں نے بتایا کہ امیر کو چاہیے کہ اپنے رفقاء کے دل موہ لے۔ اگر کوئی غلطی کر لیں تو اُس سے چشم پوشی کرے اور اُن کے لیے اللہ سے بخشش بھی طلب کرے۔ جب اُسے کوئی فیصلہ کرنا ہو تو اپنے رفقاء سے مشورہ طلب کرے۔ ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کے بعد رفقاء کی چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ پروفیسر خلیل الرحمٰن نے حلقہ فیصل آباد سے مجلس مشاورت کے رکن کے چناؤ کے لیے ملتزم رفقاء سے آراء لیں اور واپس روانہ ہو گئے۔ چائے کے وقفہ کے بعد پروگرام کی مناسبت سے ''تربیت کیا، کیوں اور کیسے؟'' کے عنوان پر حلقہ کے ناظم تربیت سیف الرحمٰن رضا نے سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ رشید عمر نے اختتامی کلمات کہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ نماز ظہر اور کھانے کے بعد رفقاء و احباب اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ پروگرام میں مجموعی طور پر 80 رفقاء و احباب شریک ہوئے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ہری پور میں سہ روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام 26 تا 28 فروری کو ایک سہ روزے کا اہتمام ہری پور میں کیا گیا۔ اس پروگرام میں ہر تنظیم سے کم از کم ایک رفیق کی شرکت لازمی قرار دی گئی تھی۔ بفضلہٖ تعالیٰ رفقاء واحباب وقت مقررہ پر یعنی سوا تین بجے اسلام آباد میں حلقہ پنجاب شمالی کے مرکزی دفتر پہنچ گئے۔ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ناظم حلقہ راجہ محمد اصغر نے رفقاء سے مختصر خطاب کیا، جس میں انہوں نے دین کی خاطر گھر سے نکلنے کے فضائل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیے۔ انہوں نے رفقاء کو اللہ کا شکر ادا کرنے کی تلقین کی کہ اس نے ان کو دین کی خاطر گھر سے نکلنے کی توفیق بخشی۔ جماعت کی امارت کی ذمہ داری بھی وہی نبھا رہے تھے۔ سفر شروع ہونے سے پہلے انہوں نے سفر کے آداب بیان کیے اور رفقاء و احباب کو ذکر میں مشغول رہنے کی تلقین کی۔ یہ دعوتی جماعت 26 فروری بروز جمعہ مغرب سے ذرا پہلے ہری پور

پہنچ گئی۔ اِس سہ روزہ میں جن موضوعات پر گفتگوئیں ہوئیں اور جو پروگرام ہوئے، وہ درج ذیل ہیں:

26 فروری ● بعد نماز مغرب: عظمت رسول ﷺ، درس قرآن (اشتیاق حسین) ● ناظم پروگرام کی طرف سے ہدایات ● بعد نماز عشاء: سیرت النبی ﷺ کے اہم پہلو، درس قرآن (اشتیاق حسین) ● بعداز درس رفقاء کا باہمی تعارف ● اگلے دن تقسیم کرنے کے لیے لٹریچر کی ترتیب ● تہجد اور انفرادی نوافل واذکار۔

27 فروری ● بعد نماز فجر: اخلاقی ومعاشرتی برائیاں سورۃ الحجرات کی روشنی میں، درس قرآن (اویس ریاض) ● (بعداز درس تا اشراق) انفرادی اوراد واذکار ● آرام وناشتہ کے بعد: بیعت کی اہمیت اور اس کے تقاضے، لیکچر (راجہ محمد اصغر) ● مہلکات اجتماعیت، مذاکرہ (اویس ریاض) (5) بعد وقفہ چائے: منہج انقلاب نبوی ﷺ پر مذاکرہ (راقم الحروف) ● بعد وقفہ نماز ظہر، طعام وآرام ونماز عصر: عمومی گشت اور 'سچا امتی کون؟' کے موضوع پر پمفلٹس کی تقسیم (دو دو کے گروپس کی شکل میں) ● بعد نماز مغرب: رسول ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں (ہارون قریشی) ● بعد نماز عشاء: سود کی حرمت (میجر سلطان) ● بعد وقفہ طعام: حفظ (گروپس کی شکل میں)

28 فروری ● تہجد اور انفرادی نوافل واذکار ● بعد نماز فجر: منافق کی چار نشانیاں، درس حدیث (راقم الحروف) ● (بعد عمومی درس تا اشراق) انفرادی اوراد واذکار ● آرام و ناشتہ کے بعد: قرارداد تاسیس پر مذاکرہ (عبدالرحمٰن رفیع) ● رفقاء کے مطلوبہ اوصاف پر مذاکرہ (اسرار الحق) ● بعد وقفہ طعام وظہر: تقسیم ہینڈ بل' امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید کا آصف علی زرداری کے نام خط ● بعد نماز ظہر: واپس روانگی

ان پروگراموں میں مختلف امور کے لیے رفقاء کو ذمہ داریاں بھی سونپیں جاتی رہیں، تاکہ ان کی بھرپور طور پر شمولیت ہو سکے۔ ان امور میں ہر درس سے پہلے اعلان کرنا، طعام وآرام سے پہلے آداب بیان کرنا وغیرہ شامل تھے۔ 12 ربیع الاول کے ضمن میں عمومی دروس میں سیرت محمدی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو تفصیلاً پیش کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے ساتھ سود، نفاق، استہزاء، غیبت وغیرہ گناہوں کی شناعت اور ہلاکت سے بھی عوام کو آگاہ کیا گیا۔ تربیتی لحاظ سے بھی یہ پروگرام نہایت مفید رہا۔ فکر تنظیم ونظم تنظیم سے متعلق اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو اور مذاکرے رفقاء کی فکری تربیت اور ان کے دینی جذبے کی تقویت کا باعث بنے۔ بازاروں اور مساجد میں پمفلٹ اور ہینڈ بل کی تقسیم سے متعدد افراد تک تنظیمی فکر اور موجودہ حالات میں تنظیمی موقف پہنچا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تین روز تک مسجد کے ایمان افروز اور اطہر ماحول میں دنیا کے تفکرات سے آزاد ہو کر اللہ رب العزت اور اس کے دین کے تذکرے سے ایمان کو جلا ملی۔ آخر میں ناظم سہ روزہ نے پروگرام کے بارے میں رفقاء اور احباب کے تاثرات لیے۔ رفقاء واحباب نے آئندہ بھی ایسے پروگراموں میں شرکت کرنے کی یقین دہانی کروائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رفقاء واحباب کا تین دن کے لیے دین سیکھنا اور اس کی دعوت وتبلیغ کے لیے اپنی راہ میں نکلنا قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: مدثر رشید)

تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے زیر اہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے زیر اہتمام 27 اور 28 فروری کی درمیانی شب کو بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر شب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں نماز مغرب کے بعد سے دوسرے دن نماز ظہر تک سیرۃ مصطفیٰ ﷺ کے عنوان پر مختلف رفقاء نے تقاریر کیں۔ پروفیسر عطاء الرحمٰن نے بتایا کہ ہمیں اللہ کے احکامات کی روشنی میں زندگی گزارنی ہے اور خود دین پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اِس کی دعوت دینی ہے۔ محترم افتخار احمد نے سورۃ الاعراف کی آیت 157 کے حوالے سے حضور ﷺ سے تعلق اور اس کے تقاضے بیان کیے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ پر ایمان، آپ کی توقیر وتعظیم، نصرت اور پیروی ہماری نجات کے لیے شرط لازم ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک حضورؐ کو اپنی جان سے عزیز نہ جانا جائے، ہمارا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ آپؐ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے لائے ہوئے دین کو تمام دینوں پر غالب کیا جائے، جس کے غلبے کے لیے آپؐ نے اپنی عمر مبارک میں بے مثال جدوجہد کی۔ آپ کے امتی ہونے کے ناطے ہمیں اپنا تن من دھن غلبۂ اسلام کے لیے لگانا ہوگا۔ مقامی امیر سید محمد آزاد نے حبِ رسول اور اس کے تقاضوں کے حوالے سے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 24 کی روشنی میں پرمغز گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد کے مقابلے میں اگر ماں باپ، اولاد، بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور محلات اور تجارت کی محبت نیچے رہی تو یہ کامیابی ہوگی، ورنہ ہم ناکام ونامراد ہوں گے۔ آزاد صاحب نے حدیث کی روشنی میں بتایا کہ حضور ﷺ سے محبت کے داعی کو مشکلات وامتحانات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ مقامی ناظم دعوت فیاض اختر نے سیرۃ صحابہؓ کے حوالے سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ قاری سیف اللہ نے غلبۂ دین کے حوالے سے جامع خطاب کیا۔ اس کے بعد بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا ویڈیو خطاب بعنوان ''نبوت ورسالت کا مقصد'' دکھایا گیا۔ نماز ظہر پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں 11 رفقاء اور 50 احباب شریک ہوئے۔ (مرتب: غلام سلطان)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی تعلیم یافتہ بیٹی، عمر 28 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ والدین رجوع کریں۔ برائے رابطہ: 042-35421942

دعائے صحت کی اپیل

- ہارون آباد کے ملتزم رفیق طارق انور شدید علیل ہیں
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم ڈیفنس کے رفیق شہاب اختر کی صاحبزادی شدید بیمار ہیں

قارئین اور رفقاء واحباب سے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی لطیف آباد، سندھ زیریں کے مبتدی رفیق محمد اکرم کی والدہ وفات پاگئیں
- منڈی بہاؤالدین کے رفیق تنظیم علی ارشد کی اہلیہ سڑک حادثے میں جاں بحق ہوگئیں
- تنظیم اسلامی لطیف آباد، حلقہ سندھ زیریں کے مبتدی رفقاء محمد ابراہیم لاکھو اور بچل لاکھو کے بھائی اور بھتیجی گزشتہ ہفتہ انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی نیو ملتان کے رفیق شناور حسین کی دادی وفات پاگئیں
- کوئٹہ کے ملتزم رفیق تنظیم حاجی محمد رفیق کے پوتے وفات پاگئے
- کوئٹہ کے ملتزم رفیق تنظیم خدا بخش زہری کے والد وفات پاگئے
- حلقہ کراچی جنوبی کے معتمد محمد یوسف صدیقی کی بھابھی انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے۔ قارئین ورفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

> “And turn to Allah in repentance, all of you, O believers, that you might succeed.” [24:31]

We should collectively revive ourselves and rebuild a talented and confident Ummah. On that path, each of us may face hardships, and troubles will surely hinder us. What else would a hero be, if not one who stares crises in the eye and, with faith, forges ahead?

We cannot merely blame our current climate for not being conducive to producing or sustaining great people, for, if anything, we have made it so, by failing to recognize accomplished individuals among us and neglecting to nurture ourselves to be such. Moreover, heroes do not wait for opportunities to shine. They are in a constant drive to better themselves, and when circumstances require it, those around them.

In every country, on every street, and inside every house, there is potential for goodness. Ah, but to succeed and be great! To be heroes! Allah says:

> Successful, indeed, are the believers.” [23:1]

By being real Muslims, we are almost there!

(Courtesy: Al-Jumuah)

بقیہ: کتابیات

پہلے راقم (عابداللہ جان) کو اسامہ بن لادن سے انٹرویو لیتے وقت بتایا کہ ”طالبان نہ ان کی بات مانتے ہیں اور نہ اسامہ کی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

> ”جب ہم انھیں کوئی مشورہ دیتے ہیں، وہ جواب میں صرف مسکرا کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔“

اگر فرض کیا جائے کہ ”Lucky find“ ٹیپ اصلی ہے تو اس سے لگتا ہے کہ اسامہ کو حملہ سے صرف پانچ دن پہلے اس کی اطلاع دی گئی تھی۔ ایسے میں یہ سوال بھی اہم ہے کہ انہیں یہ اطلاع کس نے دی؟ غالباً اس کام کے لیے اصل مجرموں نے عربی بولنے والے ایجنٹ یا ڈبل ایجنٹ استعمال کیے، جن کے ذریعے یہ پیغامات اسامہ کو پھنسانے کے لیے دیئے گئے۔ امریکہ میں منشیات کے کاروبار کرنے والے ایسے ہزاروں واقعات ان ایجنٹوں کے ذریعے کرائے جاتے ہیں، جہاں بالکل بے خبر اور معصوم لوگوں کو ملوث کر کے پھنسا دیا جاتا ہے اور انھیں سزا ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو Arnold.S. Trebach نے اپنی کتاب "The Great Drug War" میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ”گیر ینجر (Gieringer) کے مطابق اس کام کے لیے نہ صرف یہ کہ DEA نے اپنے مخبروں کو استعمال کیا، بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ خود DEA ایجنٹ براہ راست منشیات سپلائی کرنے کے کام میں ملوث رہے ہیں۔“

یہ امریکہ میں معمول ہے اور یہ صرف منشیات تک محدود نہیں۔ اس سلسلے میں James Bovard اپنی مشہور کتاب "Lost Rights" میں کئی مثالیں دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے ”گزشتہ 15 سالوں کے دوران امریکی قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں نے ہزاروں ایسی سکیمیں بنائیں جن کے ذریعے لوگوں کو ”جرائم“ کے پھندے میں پھنسا کر ان سے وصولی کرتے ہیں۔ وہ یہ کام پرائیوٹ اکاؤنٹس، حکومت اور کلائنٹس کے درمیان معاملات میں بڑی بڑی رشوتیں اور Kickbacks لے کر بھی کر رہے ہیں۔“ (جاری ہے)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

”مسجد الہدیٰ، گلی نمبر 24-A پیپلز کالونی ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی“ میں

18/اپریل 2010ء بروز اتوار نماز عصر

تا 24/اپریل بروز ہفتہ نماز ظہر

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

اور 23/اپریل بروز جمعہ نماز عصر

تا 25/اپریل بروز اتوار نماز ظہر

مدرسین تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اِن میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-4435430
0333-5382262

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0333-4311226

Sobia Asrar

"Muslim Hero" Is NO Oxymoron

Whenever we get wind of a flash news report, journalistic or not, we all experience a familiar rush. If it is tragic, though, that feeling is often followed by dread. We brace ourselves. Will we hear a Muslim name? Which part of the Muslim world did this occur in? Please, please --- we pray --- if anyone is implicated, let him not have ever happened to even pass by Muslim.

It is a moment when our worries of how others view Islam dwarf everything else. But the sad reality we neglect is that we ourselves have bought into the notion that the word "Muslim" in a news bulletin is always accompanied by war or death. We have begun to relate public mention of "Muslims" to guilty or convicted individuals.

To allay such knee-jerk reactions, we sing praises of heroes past, of those who succeeded despite all odds and whose stories reflect the greatness that is Islam. We fill our shelves with their biographies and our lessons with their stories. We commemorate them and nostalgically latch on to our rich history.

But what about today? Are there really no more heroes in our midst?

Not only is that statistically impossible, what with us being more than a fifth of the global population. It is simply untrue. The real problem is not that we do not have prodigies and everyday heroes, but that the spotlight is not focused enough on them. Nobody knows of that underprivileged man who contentedly subsists on less than a dollar a day; the maimed victim of oppression who is determined to lead a normal life; or the girl who proudly practices her faith in a place that bans her way of dressing.

There are countless untold stories and unsung heroes of our Ummah. We have neither cherished them nor given them their due. There are wonders yet to be unearthed within us. Our super-heroes should not only be Islamic comic book characters. We must seek out, acknowledge, and take pride in our extraordinary brothers and sisters who exist, despite our ignorance of, and indifference to, them.

Alas, we fail in that regard, believing they cannot be real. We defeat ourselves before even trying. We think we are not, and cannot be, worthy of heroism, that greatness has escaped us, that we are precluded from exceptional acts and conduct.

Yet we have greatness inside of us and are genuinely remarkable. Why not, when we have the best Book, the best guide, and the best faith? We lack nothing. Rather, we possess every tool to succeed. For, while we suffer our share of poverty, illiteracy and crime, could success ever be out of reach when we are Muslims whom Allah has honored with Islam? It is not resources we are in want of. It is the inner resolve to refuse to let others convince us that Muslims are only "bad news" and heroes are of another kind, who were, but are no longer, among us.

The narrative of humble beginnings, of a spirit that surmounts improbable obstacles, is not exclusive to some land that promises a dream. True success belongs as much, if not more, to us, for our aims far outlasts our own lifetime. Our story began 1,430 years ago, and we will stay on for eternity --- in worship of the one Lord and in His company in Paradise.

Nor is it sufficient for there to be "some" heroes among us, for everyone must equally strive to be great. The first step is as Allah says: